منظوم سیرت نگاری
ایک علمی و تحقیقی جائزہ

پروفیسر عبدالجبار شاکر☆

اسلامی ادبیات میں سیرت وسوانح کا موضوع بہت اساسی اور کلیدی اہمیت رکھتا ہے۔قرآن مجید میں مختلف انبیاء ورسل علیہم السلام کے تذکارِ مبارکہ کے ساتھ مختلف اقوام وملل کے ایسے کرداروں کو بھی متعارف کرایا گیا ہے جو اللہ کے دین کے باغی اور اس کی سرزمین پر اپنی قوت و جبروت اور اقتدار کی نمائندگی کرتے تھے۔یوں خیر وشر کی نمائندہ شخصیات کا تعارف تمام مذہبی کتابوں میں دکھائی دیتا ہے۔ قرآن مجید میں جس شخصیت کی سیرت وسوانح کا سب سے مکمل اور جامع نقشہ پیش کیا گیا ہے، وہ نبی آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ اور سیرتِ مطہرہ ہے۔سیرتِ نبوی ﷺ کے حوالے سے دنیا کی ایک سو سے زائد زبانوں میں ہزاروں کتابیں اور لاکھوں مضامین ومقالات لکھے جا چکے ہیں۔ان مطبوعات ومخطوطاتِ سیرت کی گراں قدر تعداد کا اندازہ ان تیس کے قریب فہارس سے بھی ہوتا ہے جو مختلف زبانوں میں کتبِ سیرت کی تفصیلات کے حوالے سے مرتب کی گئی ہیں۔اگر یہ تمام کتب ومقالات دنیا سے ناپید ہو جائیں اور صرف قرآن مجید کا متن محفوظ رہے، اور اس کی ضمانت خود خالقِ کائنات نے دے رکھی ہے، تو اس کی مدد سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کی جملہ تفصیلات کو از سرِ نو جانا جا سکتا ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں آپ ﷺ کی دعوت، غزوات، جدوجہد اور کارنامۂ نبوت کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کے سوانحی نقوش کے واضح اشارات بھی ملتے ہیں۔

تاریخِ عالم میں ہزاروں شخصیات کے تذکرے اور کارنامے دکھائی دیتے ہیں، ان میں سے بیشتر شخصیات کی سیرت وسوانح کی کامل تفصیلات ضائع ہو چکی ہیں یا پھر ان کے گرد مبالغہ آمیز روایات اور طلسمات کا تانا بانا بن دیا گیا ہے۔اس مبالغہ آمیزی نے ان کی شخصیت کے بشری اور روحانی پہلوؤں کو گہنا دیا ہے۔عظیم شخصیات کی اس کہکشاں میں ایک ہستی ایسی ہے جو مہرِ عالم تاب اور خورشیدِ جہاں تاب کی

☆ ڈائریکٹر دعوۃ اکیڈمی۔بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

طرح روشن ہے، اس کی راتوں کے اعمال بھی اس کے دن کی سرگرمیوں کی طرح منور دکھائی دیتے ہیں۔ قدرت نے اس کی سیرت وسوانح کی حفاظت کے لئے متنوع انتظام کئے۔ قرآن مجید میں ان کی دعوتی جدوجہد کے مختلف مراحل کو اگر محفوظ رکھا گیا تو آپ کے ڈیڑھ لاکھ کے قریب جاں نثار صحابۂ کرامؓ نے اپنے اعمال میں اس کی سیرت کو منتقل اور منعکس کرلیا۔ قرآن مجید کی آیاتِ بینات اگر اس نبوت کی شہادت فراہم کرتی ہیں تو آپ کے اعمال وافعال کو بھی ضابطۂ تحریر میں لایا گیا۔ اس سلسلے میں ایک طرف محدثین نے غیر معمولی کاوش اور عقیدت سے اس ذخیرے کو محفوظ کیا تو دوسری طرف نبوی زندگی کی سیکڑوں دستاویزات تاریخ کے اوراق میں محفوظ ہیں۔ یہ میثاقِ مدینہ کی چون دفعات ہوں یا مختلف بادشاہوں اور اکابر کے نام آپ کے ایک سو سے زائد مکاتیب، یہ مدینے کی مردم شاریاں ہوں یا متعدد معاہدات، یہ کوئی امان نامہ ہو یا ہبہ نامہ، یہ کوئی خطبہ ہو یا فیصلہ، ان سب کو آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ، میں لکھا گیا اور محفوظ کیا گیا۔ ۱۵۸۸ کے قریب صحابہؓ نے آپ کے متعلق ہزاروں احادیث کو نقل یا بیان کیا ہے۔ احادیثِ مبارکہ کا یہ ذخیرہ تاریخِ انسانی کا سب سے نادر اور انمول خزانہ ہے جس میں ایک شخصیت سے متعلق قولی، فعلی یا تقریری روایات کا ایک عظیم الشان ذخیرہ روایت ودرایت کے پختہ اور محکم اصولوں کے تحت مرتب کیا گیا۔ اس سلسلے میں اسماء الرجال کا وہ عظیم علم وفن منظرِ عام پر آیا جو اس سے قبل تاریخ میں مفقود دکھائی دیتا ہے۔ مدرسہ عالیہ کلکتہ کے پرنسپل اور مشہور جرمن مستشرق ڈاکٹر اسپرنگر نے ۱۸۸۶ء میں **الاصابہ فی تمییز الصحابہ** کی تدوین کے موقع پر اس کے مقدمے میں اپنی وقیع رائے درج کی ہے:

> دنیا میں کوئی ایسی قوم نہیں گزری اور نہ آج کہیں موجود ہے جس نے مسلمانوں کی طرح اسماء الرجال کا عظیم المرتبت فن ایجاد کیا ہو، جس کے باعث پانچ لاکھ مسلمانوں کے احوال معلوم ہو سکتے ہیں۔

انسانی تاریخ کی یہ ایک انمول حقیقت ہے کہ ایک شخصیت کے احوال وکوائف کو محفوظ کرتے ہوئے لاکھوں دیگر افراد کے احوال بھی محفوظ ہو گئے ہیں۔ یہ ایک ایسی تاریخی صداقت اور شہادت ہے کہ جس کی نظیر اور مثال کسی تہذیب یا مذہب میں تلاش کرنا، دشوار ہی نہیں محال بھی ہے۔ آپ ﷺ کے جاں نثاروں نے آپ کے اقوال وفرامین اور اعمال وافعال کو تو محفوظ رکھا ہی ہے، آپ کی خاموشیوں، عادات وخصائل، اور احوال وشمائل کو بھی محفوظ کرلیا ہے۔ یہ تمام تر کاوشیں اور ذخائر سیرتِ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دنیا کی سب سے منفرد اور امتیازی سیرت بنا دیتے ہیں۔ انہی نگارشات اور روایات کی مدد سے وہ ہزاروں کتب اور لاکھوں مقالاتِ سیرت لکھے گئے ہیں جن کا تذکارِ سعید تا ابد جاری وساری رہے گا۔ اس بے

مثال تذکارِ سیرت کو نظم اور نثر ہر دو میں قلم بند کیا گیا ہے۔ نیز مسلمانوں کے علاوہ تقریباً، ہر دوسرے مذہب اور تہذیب کے دانش وروں نے بھی آپ ﷺ کے حضور خراجِ عقیدت پیش کیا ہے۔

قرآن مجید سیرتِ نبوی کا سب سے معتبر اور مستند ماخذ ہے۔ اس کی سیکڑوں آیات میں آپ ﷺ کی مدح و توصیف اور کارنامۂ نبوت کی تفصیلات پیش کی گئی ہیں۔ اہلِ علم کے ہاں قرآن مجید کی بے مثل فصاحت و بلاغت کے باعث یہ ایک علمی بحث موجود رہی ہے کہ اپنے مثالی ادبی اسلوب اور اعجازِ بیان کے لحاظ سے یہ مقدس صحیفہ نثر کا نمونہ ہے یا نظم کے پیرائے میں لکھا گیا ہے۔ قرآن مجید کا اسلوب دنیا کا سب سے انوکھا اور نرالا طرزِ اظہار ہے۔ اس میں بیک وقت پیرایۂ نظم کی لطافتیں اور نفاستیں بھی موجود ہیں اور ایک باوقار اور سنجیدہ نثر کے تمام اجزا بھی جھلکتے ہیں۔ یوں شاید یہ دنیا کی واحد کتاب ہے جو بیک وقت نظم و نثر کے اعلیٰ امتزاجی اسلوب کی حامل ہے۔

زبان انسانی جذبات و احساسات کو ایک لباس پہناتی ہے۔ حروف اور الفاظ صرف تخیل اور تصور کی تجسیم ہی نہیں کرتے بلکہ انہیں ایک صوتی اور جمالیاتی آہنگ بھی عطا کرتے ہیں۔ دنیا کے ۲۹۲ ممالک میں آج چھ ہزار سات سو استی زبانیں استعمال ہو رہی ہیں۔ ان میں سے ہر ایک زبان کی ایک مخصوص لسانی اور ثقافتی اہمیت ہے مگر عربی، فارسی اور اردو زبانوں کا دنیا کی دوسری زبانوں سے تقابل کیا جائے تو صاف احساس ہوتا ہے کہ اعلیٰ درجے کے خیالات اور جذبات کی ترجمانی کے لئے ان زبانوں میں بے پناہ قدرت اور صلاحیت موجود ہے۔ جہاں تک اردو زبان کا تعلق ہے، یہ شاید انسانی تہذیب کی آخری اختراع اور متاع ہے، اس کی ساخت اور تشکیل میں کئی ملکوں اور نسلوں کی زبانوں نے حصہ لیا ہے۔ دنیا کی تمام آبادی کا پانچواں حصہ اس عظیم زبان سے تعلق رکھتا ہے۔ اس میں گزشتہ پانچ صدیوں سے جو لاکھوں کتابیں سیکڑوں موضوعات پر تحریر کی گئی ہیں، ان کے کتابیاتی کوائف سے اس زبان کی عظمت اور اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس حقیقت کو بلا خوفِ تردید بیان کیا جاسکتا ہے کہ عربی زبان کے بعد اسلامی علوم وفنون اور تہذیبی و ثقافتی اقدار و روایات کے تحفظ کے لئے اردو نے ایک تاریخی اور مثالی کردار انجام دیا ہے۔

ہر زبان کا علمی سرمایہ زیادہ تر نثر میں محفوظ ہوتا ہے مگر نظم اپنی مخصوص افادیت اور تاثیر کے باعث قبولیتِ عامہ کا درجہ اختیار کر لیتی ہے۔ ہمیں اس تاریخی صداقت سے بھی اتفاق ہے کہ دنیا کی ہر زبان کے آغاز میں منظومات سب سے پہلے وجود میں آتی ہیں، اس کے بعد اس کا نثری سرمایہ جنم لیتا ہے۔ جہاں تک دنیا کے عظیم شعری کارناموں کے موضوعات کا تعلق ہے، ان میں رزمیہ اور بیانیہ شاعری کو ہمیشہ فوقیت حاصل رہی ہے۔ ادبیاتِ عالم کا ایک سرسری سا جائزہ لیں تو یہ حقیقت الم نشرح ہو جائے گی کہ امراء

القیس کے قصائد، فردوسی کا شاہنامہ، کالی داس کے منظوم ڈرامے، ویاس کی مہابھارت، تلسی داس کی رامائن، ورجل کی انیڈ، ہومر کی الیڈ اور اوڈیسی، مولانا روم کی مثنوی معنوی، نظامی کا خمسہ، دانتے کا طربیہ ربانی، گوئٹے کا فاؤسٹ، ملٹن کی فردوسِ گم گشتہ، حالی کی مدّ و جزر اسلام اور اقبال کے جاوید نامے کی بیانیہ اور رزمیہ شاعری اپنا ایک مستقل مقام رکھتی ہیں۔ افلاطون چاہے اپنی مجوزہ ریاست میں شاعروں کو موزوں مقام نہ دے مگر معاشرے نے ہمیشہ ان کو اپنی آنکھوں پر بٹھایا اور صاحبانِ ذوق اور اربابِ دانش نے ہمیشہ شعر کو اپنے دل کی دھڑکن کے قریب محسوس کیا ہے۔ بعض نقادانِ ادب نے عقیدے و مذہب کے موضوع پر کی جانے والی شاعری پر تنقید کی ہے مگر مذکورہ بالا کلاسیکی شعری تخلیقات کا جائزہ لیجئے تو یہ سب عقیدے و عقیدت سے مربوط دکھائی دیتی ہیں اور ان میں اعلیٰ درجے کا تخلیقی شعور اور ادبی آہنگ ملتا ہے۔

یہاں پر نثر اور نظم کا تقابل مقصود نہیں، دونوں اپنے اپنے دائرے میں کمال دکھاتے ہیں۔ نثر اگر منضبط دماغی کاوشوں کی ترجمان ہے تو شاعری دل کے جذبات سے آراستہ ہو کر ایک وجدانی کارنامہ سرانجام دیتی ہے۔ بنی آدم جب کبھی اپنی خلوتوں میں کسی نوع کے جذباتی ارتعاش سے دوچار ہوتا ہے تو اظہارِ بیان کے لئے صرف اور صرف کسی نغمگی کی کیفیت کو تلاش کرتا ہے جس کا بہترین وسیلہ شاعری ہے۔ دنیا کی عظیم مذہبی نگارشات اسی نغمگی کے آہنگ میں ڈھلی ہیں۔ زبور کی مناجات نثر میں ہیں یا نظم میں، وہ اپنی ادائیگی کے لئے لحنِ داؤدی کا تقاضا کرتی ہیں۔ قرآن مجید بھی اپنے پڑھنے کے لئے تجوید و قرأت کے ضوابط کا تقاضا کرتا ہے۔ تمام مذہبی کتابیں اور صحائف جس لب و لہجے میں پیش کی جاتی ہیں، وہ نثری پیرائے کے بجائے نظم کے آہنگ میں ڈھلے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ بندشِ الفاظ کا جادو نثر کی نسبت نظم میں زیادہ سر چڑھ کر بولتا ہے:

بندشِ الفاظ جڑنے میں نگوں سے کم نہیں
شاعری بھی کام ہے آتش مرصع ساز کا (آتش)

قرآن مجید سراپا ایک الہامی اور سرمدی آہنگ میں ڈھلا ہوا ہے۔ اس کے ایک سو دس زبانوں میں تراجم ہو چکے ہیں۔ اردو زبان میں بھی گزشتہ دو سو سالوں میں اس کے ایک ہزار کے قریب ترجمے کئے گئے ہیں جن میں دس کے قریب منظوم تراجم بھی ملتے ہیں۔ پنجابی زبان جو اردو کی خواہرِ محترم ہے اس میں تو منظوم تفاسیر بھی لکھی گئی ہیں۔ اسی طرح احادیث کو بھی نظم کیا گیا ہے۔ مدارس میں علوم اور فنون کی بہت سی کتابوں کو نظم کے قالب میں ڈھالا گیا ہے۔ یہی باعث ہے کہ برصغیر کے دینی مدارس میں ابھی تک بعض فنون عربی یا فارسی نظم میں پیش کئے جاتے ہیں۔ تاریخ کی بڑی بڑی کتابوں کو نظم کا جامہ پہنایا گیا ہے۔ مگر نظم کے اصل کمالات اس عقیدت بھرے موضوع میں ملتے ہیں جسے ہم "نعت" یا "سیرت" کی اصطلاح سے یاد کرتے

ہیں۔ یوں سیرت دنیا کے عظیم رزمیہ نمونوں میں سے اعلیٰ ترین کلام ہے۔ یہ سیرتِ مصطفوی ﷺ جس شخصیت کے مقدس احوال کو بیان کرتی ہے وہ اس عالمِ وجود کے ماضی، حال اور مستقبل کی سب سے عظیم ہستی ہے۔ سچ پوچھئے تو جو کوئی اس عظیم سیرت کے سائبان تلے پناہ لیتا ہے وہ بھی اس عظیم رزمیہ کا ناقابل فراموش کردار بن جاتا ہے۔ یہی باعث ہے کہ پیغمبر آخرالزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کو دنیا کی بہت سی زبانوں میں منظوم ہیئت میں پیش کیا گیا ہے۔ اردو زبان کا دامن بھی اس سعادت سے بھرپور دکھائی دیتا ہے۔

شاعری دنیا کی ہر زبان اور بولی میں اپنا رس گھولے ہوئے ہے مگر اس کا بہترین اظہار جس زبان میں ہوا ہے، وہ بلا خوفِ تردید عربی زبان ہے۔ ذرا عصرِ جاہلی کی شاعری بالخصوص سبعہ معلقات پر نگاہ دوڑایئے، اس کی تاثیر اور جادوگری اپنے کو خود منوالے گی۔ اس زبان کی لطافت نے معنی و بیان کے جو متنوع پیرائے اختیار کئے ہیں، ان میں تراکیب وتلمیحات کا جو حسن موجود ہے، تشبیہ واستعارے نے جو گل کاریاں کی ہیں، صنائع بدائع نے جو جادو جگائے ہیں، تخیل کی لالہ کاری اور بیان کی فسوں کاری سامع پر جو ایک سحر طاری کر دیتی ہے، ایمائیت جو اپنا حسن دکھاتی ہے اور مبالغہ ذہن کو جن بلندیوں سے آشنا کرتا ہے، یہ سب عربی شاعری کی ادنیٰ کرشمہ سازیاں ہیں:

کرشمہ دامنِ دل می کشد کہ جا اینجاست

حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے جس خاندان میں آنکھ کھولی وہ حجاز میں فصیح ترین زبان بولنے والوں میں شمار ہوتا تھا۔ اس خاندان کا ہر فرد نہ صرف تحسینِ شعری کا اعلیٰ ذوق رکھتا تھا بلکہ خود بھی سخن گو تھا۔ الدکتور محمد احمد درنیقہ نے معجم الاعلام شعراء المدح النبوی ﷺ میں ان ۴۵۴ عرب شعرا کا تذکرہ کیا ہے جنہوں نے مدحتِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض اٹھایا ہے۔ ان شعرا میں خاندانِ نبوت کے بہت سے اکابر کے صرف وہ شعری نمونے دیئے گئے ہیں، جو آپ کی مدح وتوصیف میں کہے گئے ہیں۔ ایسے ناموں میں عبدالمطلب بن ہاشم، ابو طالب، علیؓ بن ابی طالب، ابوسفیان بن الحارث اور ابوبکر صدیقؓ کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔ اسی طرح دکتور محمد التونجی نے ''شاعرات فی عصر النبوۃ'' میں آپ کے عہد مبارک کی ۲۱۱ شاعرات کا ذکر کیا ہے جن میں آپ ﷺ کے خاندان کی بعض قریبی خواتین نے بھی شاعری کی اور آپ کی محبت وعقیدت میں شعر کہے ہیں۔ ایسی بلند مرتبہ خواتین میں آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ آمنہ بنت وھب بھی شامل ہیں، جن سے اپنے شوہر عبداللہ بن عبدالمطلب کا ایک مرثیہ اور اپنے نام دار بیٹے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب یہ شعر بیان کئے گئے ہیں :

بــارك فيك الـلــه من غلام
يـابـن الـذى فـى حـومة الحمام
نــانــت مبـعـوثٌ إلـى الأنـام
تبعـت فـى الـحـل و فـى الحرام
تبـعـث بــالتـوحيـد والإسـلام
ديــن ابيك البــر، ابــراهـــام

خاندانِ رسالت کا ادبی ذوق قریش میں بہت متعارف تھا۔ ہاشم کی بیٹی اور عبدالمطلب کی بہن خالدہ نے اپنے والد کی وفات پر مرثیہ کہا ہے۔ عبدالمطلب کو اللہ تعالیٰ نے بہت سی اولاد عطا کی تھی وہ خود بھی شعر کا ذوق رکھتے تھے، ان کے بیٹوں میں حضرت حمزہؓ اور جناب ابو طالب بھی شاعر تھے، جب کہ ان کی چھ بیٹیوں کی شاعری بھی تذکروں میں محفوظ ہے۔ ان میں آپ ﷺ کی پھوپھیاں اُم حکیم، عاتکہ، اروی، صفیہ، امیمہ، اور برّہ شامل ہیں جنہوں نے اپنے والد عبدالمطلب کے مرثیے بھی لکھے ہیں۔ آپ ﷺ کی ازواج مطہرات میں خدیجہؓ بنت خویلد، حفصہؓ بنت عمرؓ بن خطاب، ام سلمہؓ اور عائشہؓ صدیقہ کے شعری نمونے دستیاب ہیں۔ خدیجۃ الکبریٰؓ کے اشعار ملاحظہ ہوں:

نـطـق الـبـعـيـر بـفـضـل أحمد مخبراً
هـذا الـذى شـرفـت بـه أم الـقـرىٰ
هــذا مــحــمــد خيــر مبـعـوث أتــى
فهـو الـشـفـيـع و خير من وطى الشرى

حضرت عائشہ صدیقہؓ کی بہن اسماء بنت ابی بکرؓ بھی شعر کہتی تھیں۔ آپ ﷺ کے بچپن میں جس خاتون حلیمہ سعدیہ نے آپ ﷺ کی پرورش کی اور دودھ پلایا، وہ خود شاعرہ تھیں اور ان کی صاحب زادی الشیماء السعدیہ بھی شعر گوئی کا ذوق رکھتی تھیں، صحابیات میں سے بھی بہت سی شاعرات کا تذکرہ ملتا ہے جیسے کہ حضرت خنساءؓ کے مرثیے اپنی دل سوزی اور تاثیر میں کمال رکھتے ہیں۔ صحابہ کرامؓ میں سے بہت سے حضرات نے آپ ﷺ کی مدح و توصیف کی ہے۔ ایسے حضرات میں جنہوں نے زمانۂ جاہلیت میں اور قبولیتِ اسلام کے بعد شاعری کی ہے، ان کو اصطلاح میں مخضرم کہتے ہیں، اس صف میں شامل شعرائے کرام میں حسانؓ بن ثابت، کعبؓ بن مالک، عبداللہؓ بن رواحہ، کعبؓ بن زہیر، لبیدؓ بن ربیعہ، الحطیہؓ، النابغہ الجعدیؓ، عمروؓ بن معدی کرب، ابوذہب الھذلیؓ اور حضرت خنساءؓ کے نام معروف ہیں۔ تذکروں

میں یہ محفوظ ہے کہ آپ ﷺ کی شان میں پہلا قصیدہ ورقہ بن نوفل نے کہا ہے۔قبیلہ بنی واقف کے قیس بن الاسلت نے ایک قصیدہ کہا جس میں اہل مکہ کو آپ ﷺ کے معاملے میں صلہ رحمی کا مشورہ دیا۔ابو قیسؓ بن ابی انس نے ایمان لانے کے بعد آپ ﷺ کے حضور قصیدہ پیش کیا ہے۔ابوعزہ بن عبداللہ غزوۂ بدر کے قیدیوں میں سے ایک تھا۔اپنی مفلوک الحالی کے باعث فدیہ کی رقم ادا نہیں کرسکتا تھا۔آپ ﷺ نے بغیر فدیے کے رہا کردیا تو اس نے آپ ﷺ کے حسن سلوک سے متاثر ہوکر قصیدہ کہا۔ابوسفیان بن حارث کو جب فتح مکہ کے بعد معافی ملی تو اس نے ایک قصیدہ آپ ﷺ کے حضور پیش کیا۔اس موقع پر عباسؓ بن مرداس (آپ مشہور شاعرہ حضرت خنساءؓ کے صاحب زادے ہیں) بھی مسلمان ہوگئے اور انہوں نے غزوۂ حنین کے سلسلے میں کئی قصائد کہے ہیں، جن میں آپ ﷺ کی تعریف وتوصیف موجود ہے۔غزوۂ حنین میں قبیلہ ہوازن کا سردار اور سپہ سالار مالکؓ بن عوف نصری تھا، شکست کے کچھ دیر بعد مسلمان ہوا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک قصیدہ نذر کیا۔خیال رہے کہ کفار مکہ نے آپ ﷺ کی دعوت کی مخالفت میں جو محاذ قائم کررکھا تھا اس کا ایک پہلو ہجو یہ شاعری بھی تھا۔اس محاذ کا مقابلہ کرنے کے لئے کعبؓ بن مالک، حسانؓ بن ثابت اور عبداللہؓ بن رواحہ جیسے نامور شعرا تھے۔آپ ﷺ نے بعض مواقع پر ان کے کلام کی اصلاح بھی فرمائی ہے۔دورِ جاہلیت کا آخری بڑا شاعر اعشیٰ ہے، جس نے کسرائے ایران کی شان میں بھی قصائد کہے اور انعام پایا۔فتح مکہ سے قبل اس نے آپ ﷺ کی شان میں ایک زبردست قصیدہ کہا اور پیش کرنے کے لئے حجاز کی جانب روانہ ہوا مگر راستے ہی میں اس کا انتقال ہوگیا۔ابن ہشام کی سیرت میں اس کا یہ قصیدہ محفوظ ہوگیا ہے۔پیش نظر رہے کہ شعرا نے عموماً قصائد انعام اور صلے کی امید اور لالچ میں کہے ہیں، اس لئے ان میں صداقت اور واقعیت پسندی کے بجائے مبالغہ اور محض خیال آرائی ہوتی ہے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کہے جانے والے قصائد میں آپ کے حقیقی خصائل وخصائص کا ذکر کیا گیا ہے۔اسی طرح آپ ﷺ کے وصال کے موقع پر جو مرثیے کہے گئے ہیں، ان کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ صحابہؓ کا آپ سے تعلق کس نوعیت کا تھا۔آپ کی ذات سے متعلق یہ قصائد اور مراثی آپ کی سیرت کا ایک اہم ماخذ ہیں۔آپ ﷺ خود بھی فنِ شاعری کے رموز سے آگاہ تھے مگر شاعری آپ ﷺ کے منصب کے منافی تھی۔صرف چند مواقع پر آپ نے شاعرانہ اظہار کیا ہے مگر خاندانِ نبوت کے بیشتر افراد نہ صرف اس فن سے شناسائی رکھتے تھے بلکہ ان کے کہے ہوئے شعری نمونے آج تذکروں میں محفوظ ہیں۔آپ کی سیرت اور سوانح کا منظوم اظہار آپ ﷺ کے اپنے عہد مبارک میں شروع ہوا۔الغرض عربی زبان میں سیرتِ نبوی کا آغاز نثری کاوشوں کے بجائے شعری

منظومات سے ہوا ہے۔ مغازی اور سیر پر عربی نثر میں مستقل کتابیں بعد میں لکھی گئی ہیں۔

عجمی ممالک میں شاعری تفریح طبع اور ذوق جمال کی تسکین کا ایک ذریعہ تھی۔ عرب ممالک میں یہ ایک معتبر فن تصور کیا جاتا تھا۔ عرب معاشرے میں شعرا کو بہت بلند درجہ اور مرتبہ حاصل تھا۔ قبائلی زندگی میں کسی قبیلے کی عزت وعظمت کے سچے نقیب صرف اس کے شعرا ہوا کرتے تھے۔ وہ اپنے قبائل کے مفاخر کو بیان کرتے اس طرح وہ ان کے فضائل وخصائل کے محافظ تھے۔ حجاز کی سرزمین ایران وشام کے تمدن سے کوسوں دور ایک صحرائی ثقافت کی آئینہ دار تھی۔ یہاں کی فطرت ریتیلے میدانوں اور ٹیلوں میں موجود خال خال نخلستانوں میں موجود تھی۔ یہاں کی فضاؤں میں شبینہ چاند تاروں کی محفلیں تو آراستہ ہوتی تھیں مگر دن کی روشنی میں کوئی بادل سورج کے سامنے حجاب نہیں ڈالتا تھا اور نہ ہی صحرا کی زمین میں کوئی گل وگلزار کھلتے دکھائی دیتے ہیں۔ حجاز کے پہاڑوں میں شادابی اور روئیدگی کے کوئی آثار دکھائی نہیں دیتے۔ صحراؤں میں اگر کسی جگہ اچانک چشمہ پھوٹ نکلے تو آبادی کا جواز بن جاتا ہے۔ اسی لئے حجاز کے شعرا کے ہاں منظریہ شاعری میں نہ تو بہتی ندیوں کا شور سنائی دیتا ہے اور نہ برف پوش پہاڑوں سے گرتی آبشاروں کے زمزمے۔ یہ سرزمین حسنِ فطرت کے تنوع سے محروم دکھائی دیتی ہے۔ یہاں ثقافتی اقدار وروایات میں حضرویت کے بجائے بدویت کا غلبہ ہے اور یہی بدویت انہیں تلاشِ رزق میں ایک سے دوسرے مقام پر منتقل ہوتے رہنے پر مجبور کرتی تھی۔ یہاں کی زمین کا سینہ روئیدگی سے محرومی کے باعث ان کو تجارت پیشہ بنائے ہوئے تھا اور وہ اس سلسلے میں اونٹوں اور گھوڑوں پر سوار ہزاروں میلوں کی مسافت، حدی خوانی کرتے ہوئے طے کرتے تھے، اس سفر نے ان کی قوتِ مشاہدہ کو بہت تیز کر دیا تھا اور ان کی قوتِ فہم و ادراک عام قوموں کی نسبت فزوں تر تھی۔ قبائل جرأت وشجاعت، فیاضی ومہمان نوازی، پہلوانی اور شمشیر زنی اور شتربانی اور گھوڑ سواری میں ایک دوسرے پر فوقیت حاصل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ کسی قبیلے کو عزت وعظمت دلانے میں اس قبیلے کے شاعر کو بہت دخل تھا۔ اسی باعث حجاز کی قبائلی معاشرت میں شعرا ایک اعلیٰ مقام ومرتبے کے حامل تھے۔ ان کی شاعری میں قصائد اور نسب ناموں کو خاص اہمیت حاصل تھی۔ یہی صنف سخن ان کے تخیل کی سب سے بڑی جولان گاہ تھی اور اس میں ان کے کمالاتِ شعر وسخن کا کوئی ثانی نہیں ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فنِ شعر کی نزاکتوں کو سمجھتے تھے۔ آپ ﷺ افصح العرب تھے۔ شعری افادیت کو سمجھتے اور اس کے بارے میں گہرا تنقیدی شعور رکھتے تھے۔ کفار مکہ کے شعرا کی جانب سے پیش کی جانے والی ہجویات کے جواب میں آپ ﷺ نے مخضرمی شعرا کو تیار کیا جن کے فن نے صداقتوں سے

معمور مضامین کے ذریعے سے مخالفین کے چھکے چھڑا دیے۔ یہی باعث ہے کہ آپ ﷺ نے کعبؓ بن زہیر (م ۲۴ھ) کو ان کے قصیدہ بانت سعاد پر اپنی چادر مبارک عطا فرمائی۔ زہیر بن صرد الجشمیؓ کے اشعار پر پورے قبیلہ ہوازن کو معافی عطا کی۔ تحسینِ شعری اور شعرائے اسلام کی عزت افزائی کے اور بہت سے وقائع تذکروں میں موجود اور محفوظ ہیں۔

یہاں پر ہم ایک ناگزیر بحث پر چنداں روشنی ڈالنا چاہتے ہیں کہ خود اسلام میں شعر و شاعری کا مقام کیا ہے اور پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں شاعری کی موافقت یا مخالفت میں کیا آرا پائی جاتی ہیں۔ احادیث میں اس سلسلے میں بہت سی روایات کو قلم بند کیا گیا ہے:

ان من البیان سحرا، و ان من شعر حکما (۱)

ان من الشعر حکمة (۲)

عن عائشة رضی الله عنها قالت ذکر عند رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم الشعر فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم هو کلام فحسنه حسن و قبیحه قبیح (۳)

عمرۃ القضا میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے میں داخل ہوئے تو کعبؓ بن مالک آپ ﷺ کے استقبال اور ہراول کے طور پر اشعار پڑھ رہے تھے۔ غزوۂ بنو قریظہ کے موقع پر آپ ﷺ نے حضرت حسان بن ثابتؓ سے فرمایا کہ مشرکین کی ہجو کرو، بے شک جبریل علیہ السلام تمہارے ساتھ ہیں۔ ضرارؓ بن الازور جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ کی اجازت سے اپنے اشعار پیش کئے۔ حضرت خنساءؓ نے جب اسلام قبول کیا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اشعار سنے۔ حضرت حسان بن ثابتؓ کے لئے مسجد نبوی میں ایک خاص منبر بچھوایا گیا جس پر بیٹھ کر انہوں نے اپنے اشعار سنائے۔ تذکروں میں ان تمام قصائد کا ذکر ہے جو شعرا نے آپ ﷺ کے حضور پیش کئے ہیں۔ اس طرح بہت سے صحابی شعرائے کرامؓ نے آپ کی موجودگی میں اپنے قصائد اور اشعار سنانے کی سعادت حاصل کی ہے۔ عبداللہؓ بن الزبعری نے جب اسلام قبول کیا اور اپنے سابقہ طرزِ عمل کی معافی طلب کی تو اس موقع پر اپنے چند اشعار بھی پیش کئے، جنہیں سن کر آپ نے ایک خلعت انعام کے بطور ان کو ہدیہ کیا۔ مسجد نبوی کی تعمیر کے دوران میں صحابہ کرامؓ رجز یہ اشعار پڑھتے تھے، آپ نے بھی یہ شعر پڑھ کر ان کی حوصلہ افزائی فرمائی

اللھم لا خیر الا خیر الاخرۃ

فاغفر الانصار والمھاجرۃ

سیرت نبی کے تذکار میں بہت سی ایسی مثالیں موجود ہیں کہ آپ ﷺ نے خود کوئی شعر پڑھا، دوسرے شاعروں کے کلام کی اصلاح فرمائی، قصائد کو سنا اوران کے اچھے اشعار پر تحسین کی۔ کچھ شعرا کو مشرکین کی ہجویات کے مقابل شاعری سے جواب دینے کی اجازت دی اوران کے لئے برکت کی دعا کی۔ شاعروں کی قدرافزائی اور تحسین شعری کے ایسے بہت سے اور واقعات بھی ہیں جن کو احوالِ سیرت مرتب کرتے ہوئے، لکھا گیا ہے۔ انہی وقائع میں بعض وہ آراء بھی ملتی ہیں، جن میں آپ ﷺ نے قرآن مجید کی آیات کے حوالے سے شاعری اور شاعروں پر تبصرہ کیا ہے۔ ایسی چند آیات درج ذیل ہیں:

وَالشُّعَرَآءُ یَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِیْ کُلِّ وَادٍ یَّهِیْمُوْنَ وَاَنَّهُمْ یَقُوْلُوْنَ مَالَا یَفْعَلُوْنَ O اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَکَرُوا اللّٰهَ کَثِیْرًا وَّانْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا ؕ وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ O (۴)

رہے شعرا تو ان کے پیچھے بہکے ہوئے لوگ چلا کرتے ہیں، کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ وہ ہر وادی میں بھٹکتے ہیں اور ایسی باتیں کہتے ہیں جو کرتے نہیں ہیں۔ بجز ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کئے اور اللہ کو کثرت سے یاد کیا اور جب ان پر ظلم کیا گیا تو صرف بدلہ لے لیا۔ اور ظلم کرنے والوں کو عن قریب معلوم ہو جائے گا کہ وہ کس انجام سے دوچار ہوتے ہیں۔

اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ کَرِیْمٍ O وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ (۵)

یہ ایک رسول کریم کا قول ہے، کسی شاعر کا قول نہیں ہے۔

وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا یَنْۢبَغِیْ لَهٗ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِکْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِیْنٌ O (۶)

ہم نے اس نبی کو شعر نہیں سکھایا ہے اور نہ شاعری اس کو زیب ہی دیتی ہے یہ تو ایک نصیحت ہے اور صاف پڑھی جانے والی کتاب۔

قرآن مجید کی ان آیات مذکور کے علاوہ ذخیرۂ احادیث میں بھی ایسی روایات موجود ہیں، جن میں شعر و شاعری کی حیثیت پر نقد کیا گیا ہے۔ ایسی تمام قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ کا استقصا کیا جائے تو اصل حقیقت یہ واضح ہوتی ہے کہ لوگ قرآن مجید کو کہیں محض اس کے الہامی آہنگ کے باعث اعلیٰ شاعری کی کتاب ہی تصور نہ کرلیں۔ یا پیغمبر کو بھی صفِ شعرا میں کھڑا نہ کردیں۔ قرآنی آیات میں جس امر پر توجہ دلائی گئی ہے وہ قوتِ اظہار اور طاقتِ بیان کو اعلیٰ اخلاقی مقاصد سے ہم آہنگ رکھنے کی ہے۔ شاعری فی نفسہٖ لائق مذمت نہیں، اگر قافیہ، ردیف، تراکیب اور بحور کے اس پیرائے میں اعلیٰ اخلاقی، ایمانی، روحانی

اور جہادی جذبات کو پیش کیا جائے تو یہ اسی مقام تحسین پر کھڑی دکھائی دے گی، جہاں پیغمبر علیہ السلام نے شعراء کو خود سنا، انہیں داد دی، ان کے کلام کی اصلاح کی، ان کے کلام پر مخصوص جملوں میں تحسین یا تنقیص کی اور گاہے گاہے انہیں انعامات اور ہدایا سے بھی نوازا۔ عماد الدین ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں سورہ الشعراء کی مذکورہ تینوں آیات کے حوالے سے یہ روایت بیان کی ہے کہ ان آیات کے نازل ہونے پر حسان بن ثابتؓ اور حضرت عبداللہ بن رواحہؓ غمگین حالت میں آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے تو نبیٔ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی توجہ الا الـذین ...... کے حصے پر مبذول کرائی، جس سے ان حضرات کو اطمینان ہوا، اور اسی استثنائی صورتِ حال کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنا کلام کہتے رہے۔ یوں شاعری محض نفسانی، جذباتی، رومانی اور تخیلاتی افکار و احساسات کو پیش کرنے کے بجائے ایمانی حلاوت، جہادی رزمیوں، اخلاقی تعلیمات، روحانی اقدار اور پاکیزہ افکار کے مترنم اظہار کا ذریعہ بن گئی۔ یہ ایسی ہی تبدیلی کا مظہر ہے کہ حضرت کعب بن زہیرؓ نے جب آپ ﷺ کے سامنے اپنے قصیدے میں سیوف الہند کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے اس مصرع میں اس ترکیب کو سیوف اللہ سے تبدیل کر دیا۔ کچھ ایسی ہی تبدیلیوں سے شاعری کا مذموم رخ محمود و مطلوب صراط مستقیم کی طرف مڑ جاتا ہے۔ گزشتہ چودہ صدیوں میں شعرائے اسلام نے شعر کی قوت سے کیا مثبت اور مفید کام لئے ہیں، اس کا اندازہ عجم کے صرف دو شاعروں رومی و اقبال کے کلام سے کیا جا سکتا ہے۔ شعر و ادب کے مسلم نقادوں نے شاعری کے جواز و عدم جواز پر جو ابحاث پیش کی ہیں، ان سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آ جاتی ہے کہ اعلیٰ اخلاقی مقاصد کے لئے کی جانے والی شاعری نے مسلم معاشرے کی تعمیر و تطہیر میں ایک بنیادی کردار انجام دیا ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف کا اوّلین اور مستقل اظہار خود قرآن مجید میں ہوا ہے۔ ورفعنا لک ذکرک کی رفعتوں اور عظمتوں کا تذکارِ جمیل جس اسلوب میں قرآن مجید کی آیات بینات میں ہوا ہے، اس کی تفصیل سیکڑوں آیاتِ مقدسہ میں پیش کی گئی ہے مگر ہم یہاں اس سلسلے کی چند نمائندہ آیات کو درج کریں گے، تاکہ ان کے حوالے سے المدائح النبویۃ کے اس طویل تذکارِ جلیل کا اندازہ لگایا جا سکے جو نظم و نثر ہر دو کی صورت میں تاریخ عالم کے ہر عہد میں وجہِ افتخار تصور کیا گیا ہے:

إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۭ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝ (۷)

اللہ اور اس کے ملائکہ نبی (ﷺ) پر درود بھیجتے ہیں، اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تم بھی ان پر درود و سلام بھیجو۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (۸)

اے نبی (ﷺ)! لوگوں سے کہہ دو کہ اگر تم حقیقت میں اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی اختیار کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہاری خطاؤں سے درگزر فرمائے گا، وہ بڑا معاف کرنے والا اور رحیم ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ○ (۹)

درحقیقت تم لوگوں کے لیے، اللہ کے رسول میں ایک بہترین نمونہ ہے، ہر اس شخص کے لئے جو اللہ اور یومِ آخر کا امیدوار ہو اور کثرت سے اللہ کو یاد کرے۔

وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ○ (۱۰)

اور بے شک آپ (ﷺ) اخلاق کے بڑے مرتبے پر ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ○ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ○ (۱۱)

اے نبی (ﷺ)! ہم نے تمہیں بھیجا ہے گواہ بنا کر، بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر، اللہ کی اجازت سے، اس کی طرف دعوت دینے والا بنا کر اور روشن چراغ بنا کر۔

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ○ (۱۲)

تم لوگوں کے پاس ایک رسول آیا ہے، جو تم ہی میں سے ہے، تمہارا نقصان میں پڑنا اس پر شاق ہے، تمہاری فلاح کا وہ حریص ہے، ایمان لانے والوں کے لئے وہ شفیق و رحیم ہے۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ○ (۱۳)

نہیں اے محمد (ﷺ)! تمہارے رب کی قسم یہ کبھی مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے باہمی اختلافات میں یہ تم کو فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں، پھر جو کچھ تم فیصلہ کرو، اس پر اپنے دلوں میں بھی کوئی تنگی نہ محسوس کریں، بلکہ سر بسر تسلیم کرلیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ

تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكَ خَیْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِیْلًا ○ (۱۴)

اے لوگو، جو ایمان لائے ہو اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور ان لوگوں کی جو تم میں سے صاحبِ امر ہوں، پھر اگر تمہارے درمیان کسی معاملے میں نزاع ہو جائے تو اسے اللہ اور اس کے رسول کی طرف پھیر دو، اگر تم واقعی اللہ اور روزِ آخر پر ایمان رکھتے ہو۔ یہی ایک صحیح طریقِ کار ہے اور انجام کے اعتبار سے بھی بہتر ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ○ (۱۵)

اے نبی (ﷺ)، ہم نے تم کو دنیا والوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (۱۶)

جو کچھ رسول تمہیں دے، وہ لے لو اور جس چیز سے وہ تم کو روک دے، اس سے رک جاؤ۔

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ (۱۷)

بلاشبہ نبی تو اہل ایمان کے لیے، ان کی اپنی ذات پر بھی مقدم ہے۔

قرآن مجید کی ان آیاتِ مقدسہ سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور شخصیت کی عظمت، شوکت، فضیلت، سبقت، اہمیت، حیثیت، مدحت، خصلت، محبت، اطاعت، شفقت، رحمت اور منقبت کا بھرپور اندازہ ہوتا ہے۔ اپنی محبت و اطاعت کے سلسلے میں آپ ﷺ نے اپنی زبان مبارک سے خود یہ ارشاد فرمایا:

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰی اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَ وَلَدِهٖ (۱۸)

اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا، جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے ماں باپ اور اولاد سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰی اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَالِدِهٖ وَ وَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ (۱۹)

تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا، جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے ماں باپ، اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰی یَكُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِّمَا جِئْتُ بِهٖ (۲۰)

تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا، جب تک کہ اس کی خواہشات میری لائی

ہوئی شریعت کے تابع نہ ہو جائیں۔

کتاب وسنت کی یہی وہ روشن تعلیمات ہیں، جن کے باعث صحابہؓ کو آپ ﷺ کی ذات اور دعوت سے زیادہ کوئی چیز عزیز نہ تھی۔ اپنے رب، کی خوش نودی اور رضا اور اپنے محبوب از جاں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اتباع سے وہ سرشار تھے۔ سیرتِ نبوی اور اسوۂ صحابہؓ میں وہ سیکڑوں مواقع اور واقعات درج ہیں جو آپ ﷺ کی ذات سے والہانہ شیفتگی اور آپ کے پیغام کے سامنے سرِ تسلیم خم کئے رکھنے کا ذوق وشوق ظاہر کرتے ہیں۔ تاریخ عالم میں کسی مذہبی، دینی اور روحانی شخصیت کے ساتھ حسنِ عقیدت اور جاں نثاری کی ایسی مثال نہیں ملتی جو ہمیں حجاز کے اس تابندہ درخشندہ ماہتاب و آفتاب نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے دکھائی دیتی ہے۔ اس بیان کے لئے ایک دفتر چاہیے۔ آپ ﷺ کے حضور جو مدحیہ قصائد اور نعت کا ان گنت اور انمول سرمایہ پیش کیا گیا ہے، وہ بلا مبالغہ لاکھوں اشعار پر مشتمل ہے، اس خزینۂ عقیدت میں سیکڑوں وہ منظومات بھی شامل ہیں جو غیر مسلم شعرا نے آپ ﷺ کے حضور پیش کی ہیں۔ ایسے شعرا میں پنڈت بالمکند عرش ملیسانی، لالہ امر چند قیس، فراق گورکھپوری، جگن ناتھ آزاد، دلورام کوثری، شیو پرشاد وھبی لکھنوی، راجندر بہادر موج، سکھ دیو پرشاد بسمل، سرکشن پرشاد شاد، ٹھاکر بواسنگھ اثیم، وشنو کمار شوق لکھنوی، جسٹس رانا بھگوان داس بھگوان، بچھی نرائن شفیق، راج مکھن لال مکھن، بالا پرشاد ربط، منشی شنکر لال ساقی، ہری چند اختر، کنور مہندر سنگھ بیدی سحر، ساقی سہارن پوری، منور لکھنوی، شمیم فرخ آبادی، چمن لال چمن، تلوک چند محروم، مخمور جالندھری، موج فتح گڑھی، شیدا دہلوی، نشتر لکھنوی، کبیر داس بنارسی، آزاد سہارن پوری اور بعض غیر مسلم شاعرات مثلاً، شریمتی بوادتی اور رام پیاری لکھنوی جیسے نام شامل ہیں۔ یہ تذکرہ صرف برصغیر پاک و ہند کے غیر مسلم شعرا کے نعتیہ کلام سے متعلق ہے وگرنہ دوسری زبانوں اور دوسرے ملکوں کے بیسیوں ایسے غیر مسلم شعرا بھی ہیں، جنہوں نے آپ ﷺ کے حضور نذرانۂ عقیدت پیش کیا ہے۔

انبیاء ورسل علیہم السلام کی تاریخ میں یہ اعجاز صرف آپ ﷺ کی سیرت کے ساتھ وابستہ ہے کہ وہ ہر اعتبار سے محفوظ ہے۔ آسمانی اور غیر آسمانی مذاہب کے پیغمبروں اور رہنماؤں کی سوانح پر بھی اوہام و طلسمات کے ردے چڑھے ہوئے ہیں اور ان کی تعلیمات بھی بہت حد تک تحریف کا شکار ہو چکی ہیں۔ تاریخی اعتبار سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہر نوع کے اضافوں سے پاک ہے۔ جس طرح احادیث میں روایت ودرایت اور اسماء الرجال کے علوم وفنون کے باعث آپ ﷺ کے قول، فعل، عمل یا تقریر میں کسی نوع کی آمیزش ممکن نہیں، اسی طرح راویانِ سیرت نے بھی درایتِ سیرت کے منہج کے تحت سوانح وسیرتِ

مصطفیٰ کو ہر قسم کی تحریف سے محفوظ رکھا ہے۔ حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

من کذب علی متعمدا، فلیتبوا مقعدہ من النار (۲۱)

جس نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ باندھا، وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔

مدحتِ نبوی اور نعتِ رسول فنی اعتبار سے ایک نازک مقام ہے۔ اس کی نزاکت کو پیشِ نظر نہ رکھا جائے تو عبدیت، الوہیت میں بدل جاتی ہے۔ مضمون کا انتخاب، لفظوں کی موزونیت، لب و لہجے کی پاکیزگی، ادب واحترام کی فضا، عبد و معبود میں رشتے کا تعیّن، بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر کا ادراک، رحمت وشفاعت کی حدود، توسل، استغاثے اور استمداد کی شرعی نوعیت، غلو آمیز ضلالت اور عجز آمیز اہانت کا احساس، حفظِ مراتب کا خیال، منصبِ نبوت کا تقدس، ادب واحترام کے تقاضے، مضامین کی پاکیزگی اور اندازِ بیان کی نفاست ولطافت، یہ سب تقاضے مل کر نعت گوئی اور مدحت نگاری کو شاعر کے لئے پلِ صراط بنا دیتے ہیں۔ اسی باعث شعرا نے اس ادب اور احتیاط کی حدود اور تقاضوں کو یوں بیان کیا ہے:

عرفی مشتاب این رہِ نعت است وصحراست
ہشیار کہ رہ بر دمِ تیغ است قدم را

ادب گاہیت زیرِ آسمان از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنیدؒ و بایزیدؒ اینجا

ہزار بار بشویم دہن ز مشک و گلاب
ہنوز نامِ تو گفتن کمال بے ادبی است

عظمتِ نبوی کا ادراک اور بشریتِ مصطفوی کا عرفان ایک نازک مرحلہ ہے۔ شعورِ نبوت کا تقاضا ہے کہ ہم آپ کو خیر البشر تصور کریں، فوق البشر نہ سمجھیں۔ جمالِ بشریت کے ساتھ کمالِ نبوت کا آہنگ آپ ﷺ کو احسن البشر اور افضل البشر ٹھہراتا ہے۔ جہاں ممدوح نبوّت کا شاہکار ہو تو اس کے فضائل، خصائل اور شمائل کا کمال، جلال اور جمال اک عجب منصب و مقام پر فائز اور سرفراز ہوتا ہے۔ خالقِ کائنات اپنی مخلوق کے سب سے عظیم انسان کے ادب واحترام کو یوں بیان فرماتا ہے:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَاتَّقُوا اللّٰہَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌO یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْھَرُوْا لَہٗ بِالْقَوْلِ کَجَھْرِ بَعْضِکُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُکُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَO (۲۲)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کے آگے پیش قدمی نہ کرو اور اللہ

سے ڈرو، اللہ سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اپنی آواز نبی (ﷺ) کی آواز سے بلند نہ کرو اور نہ نبی کے ساتھ اونچی آواز سے بات کرو جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارا کیا کرایا سب غارت ہو جائے اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔

ایک طرف قرآن مجید نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وعظمت کا یہ معیار پیش کرتا ہے، دوسری جانب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو ان الفاظ میں تنبیہہ اور تاکید کرتے ہیں:

لا تطرونی کما اطرت النصاریٰ عیسیٰ ابن مریم فانما انا عبدہ ولکن قولوا عبداللہ و رسولہ (۲۳)

مجھے حد سے نہ بڑھاؤ جیسا کہ نصاریٰ نے عیسیٰؑ ابن مریم کے ساتھ کیا ہے۔ بے شک میں تو صرف خدا کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ مجھے صرف خدا کا بندہ اور اس کا رسول ہی کہو۔

مولانا الطاف حسین حالی نے اپنی مسدس مدّ وجزر اسلام کے ایک بند میں اس موضوع پر مسلمانوں کے طرزِ عمل کو یوں بیان کیا ہے:

نبی کو جو چاہیں خدا کر دکھائیں
اماموں کا رتبہ نبی سے بڑھائیں
مزاروں پر دن رات نذریں چڑھائیں
شہیدوں سے جا جا کے مانگیں دعائیں
نہ توحید میں کچھ خلل اس سے آئے
نہ اسلام بگڑے نہ ایمان جائے

مولانا احمد رضا خان بریلویؒ (م ۱۳۴۰ھ) فنِ نعت کی اس نزاکت کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حقیقتاً نعت شریف لکھنا بہت مشکل کام ہے، جس کو لوگ آسان سمجھتے ہیں۔ اس میں تلوار کی دھار پر چلنا ہے۔ اگر شاعر بڑھتا ہے تو الوہیت میں پہنچ جاتا ہے اور کمی کرتا ہے تو تنقیص ہے۔ البتہ حمد آسان ہے کہ اس میں راستہ صاف ہے، جتنا چاہے بڑھ سکتا ہے، غرض حمد میں ایک جانب کوئی حد نہیں اور نعت شریف میں دونوں جانب سخت حد بندی ہے۔ (۲۴)

با خدا دیوانہ و با مصطفیٰ ہوشیار باش

مختلف زبانوں میں نعتیہ اور مدحیہ شاعری کا جائزہ لیا جائے تو ایک عجیب حقیقت سامنے آتی ہے کہ

اس راہ میں صوفیانہ مسلک سے تعلق رکھنے والے حضرات زیادہ کامیاب رہے ہیں جب کہ فحول شعرا مدائح النبوی کی طرف بہت کم متوجہ ہوئے ہیں۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ مدائح رسول اور نعتِ نبوی میں تجاوز عن الحد کی گنجائش نہیں ہے۔ آپ ﷺ کی تعریف کا ایسا انداز اپنایا جائے کہ جس سے کسی دوسرے نبی یا رسول کی تنقیص نہ ہو۔ مضامینِ سیرت اور موضوعاتِ مدحت تاریخی صداقتوں کے حامل اور ان کی پیش کش کا اسلوب مبالغے سے دور اور فطرت کے قریب ہونا چاہیے۔

بعض ناقدانِ فن نے اس موضوع پر بھی کلام کیا ہے کہ جب نثر میں سیرت وسوانح کی متانت کو برقرار رکھا جاسکتا ہے تو پھر اس کے لئے شعر کا وسیلہ اختیار کرنا کیوں ضروری ہے اور یوں منظوم سیرت سے کیا مقاصد درپیش ہیں۔ ہمارے نزدیک شعری اسلوب میں ایک وجدانی کیف موجود ہوتا ہے۔ مترنم مصرعوں میں کسی محبوبِ جہاں ﷺ کا جمالِ دلآ را دلوں کی دھڑکنوں میں سما جاتا ہے اور ہماری روح کے تار چھیڑ دیتا ہے، جس سے دل ودماغ میں وہ کیف وسرور پیدا ہوتے ہیں، جو اس محبوب کی ذات سے محبت وعقیدت کا ایک لافانی جذبہ پیدا کر دیتے ہیں۔ شعر سے دل اور دماغ دونوں میں ایک ارتعاش پیدا ہوتا ہے جو تخیل کو مہمیز لگاتا ہے اور جذبوں کو جنوں میں بدل دیتا ہے۔ اسوۂ صحابہ میں ہم جو فدا کاری اور جاں سپاری کا عمل دیکھتے ہیں اور ان کی سیرتوں میں جس رعنائی کا مشاہدہ کرتے ہیں، وہ سب اس خاطر ہے کہ ان کا محبوب ﷺ ان کے روبرو موجود تھا۔ اس محبوبِ جہاں ﷺ کے وصال پر ان کی حالت کیا تھی، اس کا اندازہ ان مرثیوں میں دیکھئے جو آپ کے فراق میں کہے گئے ہیں۔

شعر بچوں اور نوجوانوں کے جذبات کی تعمیر میں ایک اکسیر کا درجہ رکھتا ہے۔ یہ بہت جلد ان کے حافظے اور استحضار کا خزانہ بن جاتے ہیں۔ اس سے ان کی شخصی اور ذہنی تعمیر میں بہت پختگی پیدا ہوتی ہے۔ بشرطیکہ شعر صداقت کا حامل ہو اور اس کا انداز زبان وبیان کا شاہ کار ہو۔ یہی باعث ہے کہ دنیا بھر میں بچوں کی ابتدائی تعلیم میں ننھی منی نظموں اور گیتوں کا التزام کیا جاتا ہے۔ اس حقیقت سے بھی انکار نہیں ہو سکتا کہ کسی بھی دعوت اور پیغام کی دل نشینی کے لئے نثر سے زیادہ نظم کارگر ہوتی ہے۔ تمام مذاہب کی ابتدائی تاریخ اٹھا کر دیکھ لیں اس میں رزمیہ کا عنصر بالیقین موجود ہوگا۔ یہی رزمیہ تاریخ کے ہر دور میں انسانی جذبات کی تشکیل اور تطہیر میں ایک مؤثر عامل کی حیثیت سے موجود رہا ہے۔ اس دنیا کے اسٹیج پر ہزاروں شخصیات جلوہ گر ہوئیں مگر انصاف کی بات یہ ہے کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کون ہے جس نے انسانیت کو اپنے اور مابعد کے زمانوں میں سب سے بڑھ کر متاثر کیا ہے۔ ایسی شخصیت خود تو ایک بڑے رزمیہ کا موضوع یقیناً ہوگی مگر اس کے متعلقین بھی ایک عظیم رزمیے کے عناصر اور لوازم دکھائی دیتے

ہیں۔ یہ تاریخی، جمالیاتی اور ادبی استدلال سیرتِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو نثر کے علاوہ نظم میں پیش کرنے کا استشہاد پیش کرتا ہے اور یہ جو ہر مزید کسی دلیل کا محتاج نہیں ہے۔ قائدِ مہاجرین کا استقبال بنونجار کی بیٹیوں کے گیت ہی سے ہوسکتا تھا۔

قرآن مجید ورفعنا لك ذكرك کی تفسیر وتشریح ہے۔ اس کی ہزاروں آیات میں کہیں آپ ﷺ کو اسمِ ذات سے مخاطب نہیں کیا گیا بلکہ ہر جگہ صفاتی اسما کی کہکشاں جھلمل کرتی دکھائی دیتی ہے۔ ذرا ان ناموں پر توجہ کیجئے:

شاهد، مشهود، مبشر، بشير، نذير، منذر، سراج منير، داعي الى الله، هادى، نذير، مبين، عبده، عبدنا، حريص عليكم، رؤف و رحيم، رحمة للعالمين، خاتم النبيين، مذكر، رسول الله، المزمل، المدثر، برهان، رسولنا، النبى، النبى الامى، الداعي، الصاحب، المعلم، المزكى، التالى.

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثار صحابہؓ نے آپ کو کن کن اسما کے ساتھ یاد کیا ہے، اس کا تذکارِ جمیل احادیث کی کتب میں ملتا ہے، اس آئینہ حدیث کی ان تنویرات کو دیکھئے:

محمد، احمد، الماحى، العاقب، الحاشر، المقفى، نبى التوبة، نبى الملحمه، سيّد العالمين، الصادق المصدوق، ابو القاسم، حبيب الله، النبى المصطفىٰ، رسول رب العالمين، نبى الرحمة، حامل لواء الحمد

محبانِ رسالت اور مشتاقانِ مصطفیٰ نے ان ناموں کو صفاتی لحاظ سے اس قدر بڑھایا ہے کہ ''المواہب اللدنیۃ'' میں چار سو اسمائے گرامی محفوظ کئے گئے ہیں۔ صوفی برکت علی لدھیانوی مرحوم نے ''اسماء النبیؐ'' کے زیرِ عنوان ۱۴۳۸ ناموں کو جمع کیا اور ان حوالوں کی تخریج بھی کی ہے۔ بعض شعرائے کرام نے ان کو منظوم بھی کیا ہے۔ اردو زبان کے صاحبِ دل سیرت نگار قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوریؒ نے ''رحمۃ للعالمین'' کی تیسری جلد میں ''اسماء الرسولؐ'' کے عنوان سے جو باب لکھا ہے، اس میں آپ ﷺ کے اسمائے مبارک کے خصائص لائقِ مطالعہ ہیں۔

عربوں کے ذوقِ مدیح نے فنی لطافتوں اور عربی زبان کی لسانی وسعتوں کے ذریعے سے جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوانح وسیرت کو موضوع بنایا تو اس میں علاقائی کی نسبت ایک آفاقی قدر و قیمت پیدا ہوگئی۔ آج دنیا کی بیسیوں زبانوں اور سیکڑوں بولیوں میں یہ مدحیہ ادب موجود ہے اور شعر و ادب اور اصنافِ سخن کے سارے پیرائے اس کے لئے استعمال ہو رہے ہیں۔ اس آفاقی مدحیہ ادب کا

مطالعہ کیا جائے تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ عربوں کے لسانی شعور، ان کی زبان کی فصاحت و بلاغت، اسلوب کی جدت، تراکیب کی جدّت، تخیل کی لالہ کاری، بیان کی فسوں کاری، تخلیقی جودت، صنائع بدائع کا موزوں استعمال اور عروض و بحور کی شناسائی نے شعر وسخن کا ایک ایسا معیار قائم کر دیا کہ بعد میں آنے والے شعرا نے اس کا کامل تتبع کیا ہے۔ان کے قصائد کی تضمین کی۔ مغازی اور شمائل کی کتب کے منظوم تراجم کئے۔ بعض کتب کی منظوم شروحات لکھیں اور اس ضمن میں قصیدہ بردہ کی شروحات تو حیرت انگیز اور جامع تفصیلات رکھتی ہیں۔ عرب جس آغوشِ فطرت میں تربیت پاتے تھے، اس کے باعث ان کو دور از کار تشبیہات کی ضرورت نہیں ہوتی تھی۔ ان کے ہاں استعارے بھی بہت بلیغ اور بہت جلد مستعار لہ، تک پہنچنے میں معاون ثابت ہوتے ہیں۔ عربوں کی انہی خصوصیات نے حضور گرامی ﷺ کی ذات کی مدحت میں ان کی شخصیت کو دیومالائی یا طلسماتی بنانے کی کوشش نہیں کی۔ وہ عقیدت میں عقائد کا خیال رکھتے تھے۔ ان کے قصائد کو پڑھتے ہوئے ہمیں کسی تصوراتی یا تخیلاتی شخصیت کا سامنا نہیں کرنا پڑتا اور نہ اس کے لئے کسی موزوں مبالغے کو اغراق اور غلو تک لے جانے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ وہ شعرائے نبوت ادبی اور شعری روایات کے شناسا اور عقیدت و ارادت کی حدود سے آگاہ تھے۔ وہ آپ ﷺ کے ذاتی اوصاف اور خصائل بیان کرتے ہیں تو آپ ﷺ کی شخصیت حدودِ بشریت سے باہر نکلتی دکھائی نہیں دیتی۔ برصغیر میں البتہ عربوں کے اس شعری مزاج کا تتبع نہیں کیا جا سکا، جس کے نتیجے میں گاہے گاہے اور کہیں کہیں عبدیت، الوہیت کا قالب اختیار کر لیتی ہے اور یہ کسی طور مستحسن نہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح، شخصیت اور سیرت کا اوّلین اظہار شعر کی صورت میں سامنے آتا ہے۔ آپ ﷺ کی سیرت و سوانح کا اوّلین نثری نقش ''مغازی'' کی صورت میں موجود ہے جسے حضرت عروہؓ بن زبیرؓ بن عوّام (م ۹۴ھ) نے لکھا ہے۔ اس کے بعد ہزاروں کتابیں عربی زبان میں شائع ہو چکی ہیں اور ابھی سیکڑوں مخطوطاتِ سیرت ایسے بھی ہیں، جن کو تدوین کے بعد شائع ہونا چاہئے۔ ان تمام کتب سیرت کے مراجع اور مصادر پر نگاہ ڈالی جائے تو ذیل کے علوم وفنون سے استفادے کا رجحان ملتا ہے:

☆ قرآن مجید ☆ کتبِ احادیث ☆ دستاویزاتِ سیرت (معاہدات، خطبات، مکاتیب، امان نامے، ہبہ نامے، مردم شماریاں، سرکاری ہدایات اور مراسلے، روایاتِ حدیث کے صحیفے اور مجموعے) ☆ کتب سیر و مغازی ☆ کتب تاریخ ☆ کتب تفاسیر ☆ کتبِ شمائل نبوی ☆ کتب دلائلِ نبوی ☆ کتب خصائصِ نبوی ☆ کتب آثار و اخبار ☆ کتب انساب ☆ کتب جغرافیۂ عرب ☆ کتب ثقافت عرب ☆ کتب تاریخ الحرمین الشریفین ☆ کتب اسماء الرجال ☆ عربی ادبیات ☆ اطلس سیرت، خرائطِ سیرت

اور اماکنِ سیرت ☆ حرمین کے سفرنامے ☆ کتبِ نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم۔

ان مراجع ومصادر کے حوالے سے پہلی صدی ہجری کے نصف آخر سے تیسری صدی ہجری کے اختتام تک مدینہ منورہ میں ستائیس، کوفہ میں نو، بصرہ میں چھ، واسط میں گیارہ، رے مرو، بیہق، نیساپور اور حران میں آٹھ، یمن اور صنعا میں تین، شام اور دمشق میں تین، نیز مصر اور اندلس میں دو حضرات نے مغازی وسِیَر پر کتابیں لکھی ہیں۔ انہی ابتدائی تین صدیوں میں خالص سیر پر عربی میں چودہ کتابیں لکھی گئی ہیں۔ ان سب کتبِ سیر ومغازی کی تفصیل قاضی اطہر مبارکپوریؒ نے اپنی تصنیف ''تدوینِ سیر ومغازی'' میں فراہم کی ہے جس کا ایک تفصیلی مقدمہ راقم الحروف نے تحریر کیا ہے۔ نثر میں لکھی جانے والی عربی کتبِ سیرت کا تفصیلی تعارف یا تذکرہ یہاں مقصود نہیں۔ البتہ ان میں عروہ بن زبیرؓ، ابان بن عثمان، محمد بن شہاب زہری، عبداللہ بن ابی بکر بن حزم انصاری، ابوالاسود یتیم عروہ، محمد بن سعد، عاصم بن عمرو بن قتادہ، شرحبیل بن سعد، یعقوب بن عتبہ، مغیرہ بن عبدالرحمٰن مخزومی، موسیٰ بن عقبہ، محمد بن اسحٰق، ابومعشر نجیح سندھی مدنی، محمد بن عمر واقدی، ہشام بن عروہ، عبداللہ بن جعفر مخزومی، ابراہیم بن منذر حزامی، عبدالملک بن ہشام، محمد بن یحییٰ مروزی، محمد بن شجاع ثلجی، علی بن مجاہد کابلی، محمد بن سلمہ باہلی، فضل بن محمد شعرانی، وہب بن منبہ صنعانی، معمر بن راشد ازدی، عبدالرزاق بن ہمام، محمد بن عائذ قرشی، محمد بن حسن شیبانی، محمد بن سخنون تنوخی، احمد بن کامل بغدادی وغیرہ کے نام اہم ہیں۔ بعد کی صدیوں میں عبدالرحمٰن السہیلی، حافظ عبدالرحمٰن الدمیاطی، ابن سید الناس، ابن قیم، علاء الدین المغلطائی، حافظ اسمٰعیل بن عمر ابن کثیر، ابراہیم بن محمد البرہان الحلبی، شمس الدین الشامی، السید احمد زینی الدحلان، محمد بن عیسیٰ الترمذی، القاضی ابوالفضل عیاض الاندلسی، جلال الدین السیوطی، شیخ شہاب الدین القسطلانی، محمد بن عبدالباقی الزرقانی، یوسف بن اسمٰعیل النبهانی، ابن جریر الطبری اور ابن خلدون ابتدائی صدیوں کے معروف سیرت نگار ہیں۔ عربی زبان کے ہزاروں سیرت نگاروں کے نام اور ان کی تصانیف کا ذکر کیا جائے تو کئی دفتر درکار ہوں گے۔ بیسویں صدی کے منتخب اور اہم عربی سیرت نگاروں میں دکتور اکرم ضیاء عمری، دکتور مہدی رزق اللہ احمد، محمد ابراہیم شقر، محمد ناصر الدین البانی، محمد سعید رمضان البوطی، منیر محمد غضبان، محمد حسین ہیکل، محمد الغزالی، الدکتور السید الجمیلی، محمد احمد جادالمولیٰ، الدکتور عبدالحلیم محمود، الدکتور محمد لقمان السلفی، السیّد صفی الرحمٰن مبارک پوری، محمود شلبی، سیّد محمد علوی، الدکتورہ عائشہ عبدالرحمٰن، ابوبکر الجزائری، محمد رشید رضا، محمد حمید اللہ حیدر آبادی، عبدالحئی کتانی، دکتور محمد مصطفیٰ الاعظمی، عباس محمود عقاد، محمد الصویانی، عبدالسلام علوش، الدکتور مصطفیٰ السباعی، محمود شیت خطاب، علی محمد محمد الصلابی، مصطفیٰ طلاس اور حسین عبداللہ باسلامہ زیادہ معروف ہیں۔ عربی کتبِ سیرت کی ایک اہم

فہرست الدکتور صلاح الدین المنجد نے ''معجم ما الف عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم'' کے عنوان سے ۱۹۸۲ء میں مرتب کی۔ اس کے بعد گزشتہ ربع صدی میں سیکڑوں اہم کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔

سیرتِ نبوی اور مدحت مصطفوی کا عربی زبان میں منظوم اظہار خود عہد نبوی میں ہو چکا تھا۔ بعض حضرات نے تو آپ کی ولادت سے قبل کی مدحیہ شاعری کا بھی سراغ لگایا ہے۔ قدیم صحف سماوی میں آپ کی آمد اور بعثت کے حوالے سے بہت سی پیشین گوئیاں موجود ہیں۔ آپ ﷺ کے جد امجد کعب بن لوئی سے منسوب ایک قصیدے کا ذکر ملتا ہے کہ جس میں آپ کی آمد کا تذکار موجود ہے۔ یمن اور حضر موت کے بادشاہ ابا کرب (تبع ثانی) نے بھی آپ کی شان میں شعر کہے ہیں۔ قس بن ساعدہ نے عکاظ کے ثقافتی میلے میں آپ ﷺ کی شان میں اشعار پڑھے ہیں۔ خاندانِ نبوت کے شعرا اور شاعرات کا تذکرہ ہم گزشتہ صفحات میں تفصیل سے کر چکے ہیں۔ دربارِ رسالت کے شعرائے کرامؓ اور مخضرمی شاعروں کی تفصیل بھی درج ہو چکی ہے۔ الدکتور صلاح الدین المنجد نے **معجم ما اُلِفَ عن رسول الله صلی الله علیه وسلم** مدح الرسول کے عنوان کے تحت (ص ۳۱۲۔۳۴۲) ۲۹۰ مدحیہ کتب اور مجموعوں کا ذکر کیا ہے جس میں ایک معتد بہ حصہ قصیدہ بانت سعاد اور قصیدہ بردہ کی شروحات اور تضمینات پر مشتمل ہے۔ اس موقع پر ہم منظوماتِ سیرت اور المدائح النبوی کی سعادت حاصل کرنے والے صرف منتخب شعرائے کرام کے اسمائے گرامی درج کرتے ہیں۔ ان سب کا تذکرہ اور ان کے کلام کا نمونہ درج کیا جائے تو اس کے لئے کئی دفتر درکار ہوں گے۔

علامہ بوصیری (۶۰۸ھ۔۶۹۷ھ) کا قصیدہ بردہ ۱۸۲، ابیات پر مشتمل ہے۔ الصرصری (م ۶۵۶ھ)، ابن جبیر الاندلسی (م ۶۱۴ھ) الوتری (م ۶۶۲ھ)، ابوالیمن بن عساکر (م ۶۸۶ھ) الشاب الظریف (م ۶۸۸ھ)، التلمسانی (م ۶۹۰ھ)، ابن دقیق العید (م ۷۰۲ھ) الشھاب محمود (م ۷۲۵ھ)، ابن سید الناس (م ۷۳۴ھ) الصفی الحلی (م ۷۴۹ھ)، ابن العطار المغربی (م ۷۰۷ھ)، ابن العریف (م ۵۳۶ھ)، شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی (م ۶۹۱ھ)، ابن قیم الجوزیہ (م ۷۵۱ھ) نے ''**جلاء الافهام فی الصلوٰة والسلام علی خیر الانام**'' کے نام سے درود و سلام لکھے ہیں۔ عربی زبان میں ایک ایسا قصیدہ بھی لکھا گیا ہے، جس کے بارے میں معروف ہے کہ اسے جنات نے لکھا ہے۔

عربی زبان میں منظوم مولود ناموں، قصائد اور مستقل کتبِ سیر و مغازی بہ کثرت ملتی ہیں۔ ہم مختلف تذکروں سے جمع کردہ منتخب معلومات درج کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ علی بن فضال بن علی الجاشی (م ۴۷۹ھ) نے سیرت ابن ہشام کا منظومہ لکھا ہے۔ ابن حجر عسقلانی کے استاد حافظ زین الدین

عبدالرحیم بن حسین العراقی (م ۸۰۶ھ) نے ایک ہزار اشعار پر مشتمل "الفیۃ السیرۃ النبویۃ" ترتیب دیا جو حافظ علاء الدین مغلطائی بن قلیج (م ۷۶۲ھ) کی سیرۃ المصطفیٰ کا منظومہ ہے۔ محمد بن ابراہیم المعروف بہ فتح الدین بن الشہید (م ۷۹۳ھ) نے دس ہزار اشعار پر مشتمل عربی میں سیرت کی منظوم کتاب لکھی ہے۔ الشمس الباعونی الدمشقی (م ۸۷۱ھ) نے بھی مغلطائی کی سیرت کا ایک ہزار ابیات میں "متحۃ اللبیب فی سیرۃ الحبیب" کے نام سے منظومہ لکھا ہے۔ الفتح بن سمار (م ۶۳۳ھ)، الشہاب بن العماد الافقہی (م ۸۰۸ھ)، ابراہیم بن عمر البقاعی (م ۸۸۵ھ)، عبدالعزیز بن احمد (م ۶۹۲ھ) نے بھی عربی میں سیرت کی منظوم کتابیں لکھی ہیں۔ دور حاضر میں احمد محرم مصری (م ۱۹۴۵ء) نے "ملحمۃ الشعریۃ" محمد ابراهیم جدع (پ ۱۳۳۰ھ) نے "الالیاذہ الاسلامیہ الجدیدہ" کے عنوان سے اور محمود سامی البارودی (م ۱۳۲۲ھ) نے بھی منظوم عربی سیرتیں لکھی ہیں۔

مدحتِ رسول، معجزاتِ رسول اور آپ ﷺ کی ذات سے نسبت رکھنے والے مقامات و اماکن پر بھی منظوم اظہار کیا گیا ہے۔ عبدالغنی النابلسی (م ۱۱۴۳ھ) نے نفحته القبول فی مدح الرسول ﷺ محمد کبریت الحسینی المدنی نے الجواهر الثمینة فی محاسن المدنیة محمد بن جابر الہواری الاندلسی (۶۹۸۔۷۸۰ھ) نے دیوان المدیح النبوی ﷺ، نفائس المنح و عرائس المدح یوسف بن اسمٰعیل النبہانی (م ۱۳۵۰ھ) کا چار جلدوں میں المجموعة النبهانیه فی مدائح النبویة، السابقات الجیاد فی مدح سید العباد، القول الحق فی مدائح سید الخلق، الهمزیه فی مدح خیر البریه، اور سعادة المعاد فی موازنة بانت سعاد ڈاکٹر محمود سالم نے المدائح النبویة علامہ محمد بن الحاج حسن الالانی الکردی نے رفع الخفا شرح ذات الشفا الدکتور محمد بن علی الہرنی نے مدائح الرسول ﷺ و مراثیه فی عصره دکتور حسین مجیب المصری نے غزوات الرسول بین الشعراء و شعوب الاسلامیه عبدالکریم بن ضرغام الطراکی (القرن التاسع) نے ابکار الافکار فی مدح النبی المختار ابن فہد الحلبی (م ۷۲۵ھ) نے أسنی المنائح فی أسنی المدائح اوراهنی المنائح فی أسنی المدائح ابن سید الناس (م ۷۳۴ھ) نے بشری اللبیب بذکری الحبیب لأبی مدین شعیب الحسن المغربی (م ۵۹۴ھ) نے بهجة الانوار فی مدح النبی المختار عبدالحمید قدس بن محمد علی بن الخطیب نے فی مدح الحبیب الشفیع ﷺ اور ابن العطار الدنیسری نے م ۷۹۴ھ فرائد الاعصار فی مدح النبی ﷺ المختار اور الموشحات النبویة جیسی اعلیٰ پائے کی منظومات لکھی ہیں۔

برعظیم پاک و ہند میں اسلام کی روشنی عہد فاروقی میں مکران (موجودہ بلوچستان) تک پہنچ چکی تھی۔

پہلی صدی ہجری کے اواخر میں ۷۱۱ء میں محمد بن قاسم نے بھی دیبل سے ملتان تک اپنی ریاست قائم کرلی۔ یہاں مسلمانوں نے ایک تاریخی رواداری کا اظہار کیا جس کے نتیجے میں آئندہ ایک ہزار برس تک مسلمان مستقل اقلیت ہونے کے باوجود اقتدار میں رہے۔ اس دوران میں ان کے بہت سے علمی کارنامے ظہور میں آئے اور جگہ جگہ متعدد درس گاہیں قائم ہوگئیں۔ ان متنوع علوم اور متعدد فنون میں ایک حدیث اور سیرت کے موضوعات کی نشو ونما بھی تھی جس میں برصغیر ابتدا میں بہت ممتاز دکھائی دیتا ہے مگر بعد میں کئی صدیوں تک سیرت میں کوئی بڑا کارنامہ سرانجام نہ پا سکا۔ مگر دسویں صدی ہجری کے بعد بالعموم اور تیرھویں صدی ہجری کے بعد بالخصوص سیرت نگاری میں بہت نمایاں کام ہوا۔ سیرت پر سب سے زیادہ علمی کام تو عربی ہی میں ہوا، اور ایسا ہونا بھی چاہیے تھا مگر اس کے بعد اردو زبان کا ذخیرۂ سیرت بقیہ تمام زبانوں میں سب سے ممتاز ہے۔ بیسویں صدی عیسوی میں برصغیر میں سیرت نگاری کے جو درخشاں نقوش سامنے آئے، وہ اس پورے دورانیے میں عرب میں بھی دکھائی نہیں دیتے۔ خود اردو زبان کا تصنیفی سفر آٹھویں صدی ہجری میں شروع ہوتا ہے۔ برصغیر میں عربی زبان میں سیرت کی پہلی کتاب ابومعشر نجیح بن عبدالرحمٰن سندھی مدنی (م۱۷۰ھ) نے مغازی کے عنوان سے لکھی جس کا تذکرہ ابن الندیم کی ''الفہرست'' میں موجود ہے۔ ہماری سرزمین میں فارسی نثر کی پہلی کتاب شیخ علی ہجویری (م۱۰۹۲ء) نے ''کشف المحجوب'' کے نام سے لکھی۔ برصغیر میں اردو زبان کی پہلی تصنیف کے بارے میں بہت سے محققین نے اپنے دعاوی پیش کئے ہیں۔ حامد حسن قادری نے ''داستانِ تاریخ اردو'' میں خواجہ سید شرف الدین جہانگیر سمنانی کے ایک تصوف کے رسالے کو جو ۷۰۸ھ/۱۳۰۸ء میں لکھا گیا۔ اردو میں سب سے پہلی تصنیفِ نثر قرار دیا ہے۔ اسی طرح اردو کی جو کتاب نثر میں سب سے پہلے شائع ہوئی، وہ خواجہ بندہ نواز گیسو دراز (م ۸۲۵ھ/۱۴۲۲ء) کی ''معراج العاشقین'' ہے۔ ویسے شیخ گنج العلم (م۷۹۵ھ) کے رسائلِ تصوف کو جنوبی ہند یا دکن کی سب سے پہلی اردو تصنیف قرار دیا گیا ہے۔ شمالی ہند میں فضل علی فضلی کی دہ مجلس یا کربل کتھا پہلی نثری تصنیف ہے، جسے ۱۷۳۱ء میں لکھا گیا۔

برصغیر میں سیرت نگاری کا سفر عربی میں شروع ہوا، پھر فارسی میں کتب لکھی جاتی رہیں۔ اردو زبان میں سیرت کی ابتدائی کاوشیں نثر کے بجائے نظم میں ملتی ہیں۔ شاہ علی محمد جیو گام دھنی (م۹۷۳ھ/۱۵۶۵ء) کے مجموعۂ کلام میں ایک نظم ''معراج نبوی'' کے موضوع پر ملتی ہے۔ ان کے دیوان ''جواہر اسرار اللہ'' میں میلاد کے موضوع پر بھی ایک نظم موجود ہے۔ فارسی میں سیرت کے اولین منظوم مجموعوں میں حضرت شیخ احمد سرہندیؒ کے استاد شیخ یعقوب بن حسن صرفی (م۱۰۰۳ھ) کا منظوم مجموعۂ کلام ''مغازی النبوۃ'' کے نام

سے ملتا ہے۔ اسی طرح سیرت میں پہلی غیر منقوط نثری کتاب مسجد وزیر خان کے امام محمد صدیق لاہوری (م ۱۱۹۳ھ) نے "سلك الدرر لا كمل الرسل الاطهر کے نام سے لکھی ہے جو فیضی کی "سواطع الالہام" اور "مواردالکلم" سے بہتر ہے۔ بہر طور یہ بات محقق ہے کہ اردو زبان میں منظوم سیرت کو نثری کتب پر ایک تقدم اور سبقت حاصل ہے۔ اردو نثر میں سیرت، اردو نظم کی نسبت دو سو سال بعد دکھائی دیتی ہے۔

اردو نثر میں سیرت نگاری کے ارتقا پر ڈاکٹر انور محمود خالد نے سب سے نمایاں اور جان دار تحقیقی کام کیا ہے۔ ان کا تحقیقی مقالہ "اردو نثر میں سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم" جہاں اردو میں سیرت کے ارتقا کو پیش کرتا ہے وہاں اردو زبان کے ابتدائی نقوش کے حوالے سے بھی مستند اور معتبر معلومات سامنے لاتا ہے۔ اردو نثر میں سیرت رسول ﷺ کے سلسلے میں محمد باقر آگاہ (م ۱۲۲۰ھ/ ۱۸۰۵ء) نے "ریاض السیر" ۱۲۱۰ھ/ ۱۷۹۵ء میں، کرامت علی جونپوری نے "انوار محمدی" ۱۲۱۲ھ میں، شاہ رؤف احمد رافت (۱۲۰۱ھ/ ۱۲۴۹ھ) نے "مرغوب القلوب فی معراج المحبوب" ۱۲۴۹ھ/ ۱۸۳۳ء میں، سید عبدالغفور قاضی نے "تجلیات الانوار" ۱۲۴۴ھ میں، ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے دادا بدرالدولہ قاضی صبغت اللہ (م ۱۲۸۰ھ/ ۱۸۶۳ء) نے جنوبی ہند میں اردو نثر میں سیرت کی پہلی کتاب "فوائد بدریہ" ۱۲۵۵ھ/ ۱۸۳۹ء میں، سر سید احمد خان (۱۸۱۷ء۔ ۱۸۹۸ء) نے اپنا مولود نامہ "جلاء القلوب بذکر المحبوب" ۱۲۵۸ھ میں، حسرت کرنولی نے "چار باغ احمدی" ۱۲۷۰ھ میں، سید ابوالاعلیٰ مودودی کے نانا اور مرزا غالب کے شاگرد مرزا قربان علی بیگ سالک نے "عشق مصطفیٰ" ۱۲۷۴ھ میں، اور مفتی عنایت احمد کاکوروی نے "تواریخ حبیب الٰہ" ۱۲۷۵ھ/ ۱۸۵۸ء میں لکھی ہے۔

مذکورہ کتب سیرت اردو میں اس موضوع پر ابتدائی نثری کاوشیں ہیں۔ ان کے بعد اردو نثر کی ہزاروں کتب سیرت میں جو اہم مصنفین سیرت ہیں، ان میں سر سید احمد خان، علامہ شبلی نعمانی، قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری، سید سلیمان ندوی، مولانا عبدالرؤف داناپوری، مولانا ابوالکلام آزاد، سید ابوالاعلیٰ مودودی، ڈاکٹر محمد حمید اللہ، پیر کرم شاہ الازہری، سید ابوالحسن علی ندوی، مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوری، نعیم صدیقی، سید نواب علی، سید مناظر احسن گیلانی، چودھری افضل حق، شاہ محمد جعفر پھلواروی، نور بخش توکلی، مولانا اشرف علی تھانوی، مرزا حیرت دہلوی، عبدالحلیم شرر، عبدالماجد دریا بادی، عبدالمجید خادم سوہدروی، عنایت رسول چریاکوٹی، مولانا محمد ادریس کاندھلوی، پروفیسر فیروز الدین روحی، مولانا ثناءاللہ امرتسری، طالب ہاشمی، عبدالعزیز عرفی، پروفیسر غلام ربانی عزیز، ڈاکٹر خالد علوی، بریگیڈیئر گلزار احمد، سید اسعد گیلانی، سید اولاد حسین فوق بلگرامی، نواب حبیب الرحمٰن خان شروانی، فضل کریم خاں درّانی، محمد طاہر

فاروقی، ابو یحییٰ امام خاں نوشہروی، محمد ابراہیم میر سیالکوٹی، حفظ الرحمٰن سیوہاروی، مولانا حامد الانصاری غازی، مفتی احمد یار خاں، طالب حسین کرپالوی، غلام احمد پرویز، مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوی، ڈاکٹر نصیر احمد ناصر، ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی، محمد رفیق ڈوگر، ملا واحدی دہلوی اور ڈاکٹر نثار احمد وغیرہ کے نام زیادہ معروف ہیں۔

برصغیر میں سیرت کا آغاز عربی نثر کی کتابوں سے ہوا۔ مدحت و سیرت کے لئے منظوم پیرائے بھی یہاں اختیار کیے گئے ہیں۔ ڈاکٹر محمد اسحٰق قریشی نے اپنے تحقیقی مقالے ''برصغیر پاک و ہند میں عربی نعتیہ شاعری'' میں بڑے شرح و بسط کے ساتھ ان شعرائے کرام کا تذکرہ لکھا ہے جنہوں نے فنی لوازمات اور لسانی شعور کے ساتھ موضوعاتِ نعت کو قلم بند کیا ہے۔ برصغیر کے عربی زبان میں اہم مدحیہ قصائد کے شاعر، نعت گو اور سیرت نگار جنہوں نے منظوم کوششیں کی ہیں، ان میں شیخ فخر الدین عراقی (م ۶۸۸ھ)، شیخ رکن الدین ملتانی (م ۷۳۴ھ)، قاضی عبدالمقتدر الکندی تھانسیری ثم دہلوی (م ۷۹۱ھ) مجد الدین فیروز آبادی (م ۸۱۷ھ) شیخ احمد بن محمد تھانسیری (م ۸۲۰ھ) الدمامینی (م ۸۲۷ھ) حسن بن محمد الصنعانی (م ۶۵۰ھ)، شیخ عبدالوہاب البخاری (م ۹۳۲ھ)، امیر خسرو (م ۷۲۵ھ)، شیخ محمد یعقوب صرفی (م ۱۰۰۳ھ)، بحر الحضرمی، شیخ محمد واعظ دہلوی (م ۱۰۶۴ھ)، شیخ عبداللہ الحضرمی العیدروسی (م ۹۹۰ھ)، مولانا حبیب اللہ بیجاپوری (م ۱۰۴۱ھ)، شیخ عبدالحق محدث دہلوی (م ۱۰۵۲ھ)، مولوی علی اصغر قنوجی (م ۱۱۴۰ھ)، حسین بن رشید (م بعد ۱۱۵۲ھ)، شاہ فقیر اللہ جلال آبادی (م ۱۱۹۵ھ)، شاہ ولی اللہ دہلوی (م ۱۱۷۶ھ)، محمد باقر آگاہ (م ۱۲۲۰ھ)، مولانا غلام محی الدین قصوری (م ۱۲۷۰ھ)، مخدوم ہاشم ٹھٹھوی (م ۱۱۷۴ھ)، شاہ رفیع الدین (م ۱۲۳۳ھ)، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (م ۱۲۳۹ھ)، حسان الہند سید غلام علی آزاد بلگرامی (م ۱۲۰۰ھ)، مولانا فضل حق خیر آبادی (م ۱۲۷۸ھ)، مولانا فیض الحسن سہارنپوری (م ۱۳۰۴ھ)، نواب سیّد صدیق حسن خان (م ۱۳۰۷ھ)، قاضی طلا محمد پشاوری (م ۱۳۱۰ھ)، مولانا خیر الدین (م ۱۳۲۶ھ)، مولانا احمد رضا خان بریلوی (م ۱۳۴۰ھ) اور مولانا انور شاہ کشمیری (م ۱۳۵۲ھ) کے اسمائے گرامی زیادہ معروف ہیں۔

فارسی زبان کا چلن برصغیر میں ۱۸۳۱ء تک سرکاری اور درباری سطح پر قائم رہا مگر برطانوی استعمار کی آمد کے بعد اس زبان کے حوالے سے وہ سرپرستی برقرار نہ رہی جس کے بعد انفرادی اور شخصی ذوق کے تحت فارسی ادبیات میں تخلیقی کاوشیں جاری رہیں۔ اس موقع پر ایران و افغانستان اور تاجکستان میں فارسی زبان کی کتب سیرت کے جائزے کی تو یہاں گنجائش نہیں مگر برصغیر میں نثر و نظم ہر دو صورتوں میں کتب سیرت کا

ایک وسیع ذخیرہ ملتا ہے۔ تقابلی مطالعہ کیا جائے تو فارسی کتبِ سیرت میں وہ تنوع اور کمال دکھائی نہیں دیتا جو عربی اور اردو زبانوں میں موجود ہے مگر مدائح النبوی اور نعت کے میدان میں اس زبان میں جو کاوشیں سامنے آئی ہیں، ان کا معیار عربی سے فروتر اور اردو سے فزوں تر ہے۔

برصغیر میں فارسی زبان میں قاضی منہاج سراج جوز جانی (م ۶۵۸ھ) نے ''طبقات ناصری'' کے الطبقۃ لاولیٰ میں حضرت آدمؑ سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک منتخب انبیائے کرام کا تذکرہ کیا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تذکار میں سوانحی حصے کے علاوہ معجزات کا ذکر بھی شامل ہے۔ شیخ رکن الدین دبیر کاشانی نے ''شمائل الاتقیاء'' کے تیسرے باب میں سیرت پر قلم اٹھایا ہے، جس کا اردو ترجمہ میراں یعقوب دکنی نے ۱۰۷۸ھ میں کیا ہے۔ علی بن حسان متقی (م ۹۷۸ھ) نے ''شمائل النبی''، میر خواند نے ''حبیب السیر''، سیّد عبدالاوّل جونپوری (م ۹۶۸ھ) نے بیرم خان کی فہمائش پر ''سفر السعادۃ'' کا ترجمہ کیا، مخدوم الملک عبداللہ سلطان پوری (م ۹۹۰ھ) نے ''شرح شمائل النبی'' اور ''عصمۃ الانبیاء''، صدر الصدور عبدالنبی گنگوہی نے ''وظائف الیوم واللیلۃ النبویہ'' اور ''سنن الھدیٰ فی متابعۃ المصطفیٰ''، مصلح الدین لاری نے ''شرح شمائل ترمذی''، حاجی محمد کشمیری نے ''ترجمہ شمائل ترمذی''، محمد حسین حافظ بن باقر ہروی نے شمائل ترمذی کا ترجمہ ''نثر الشمائل''، محمد باقر بن شرف الدین نے ''حلیہ رسالت مآب'' تالیف ۱۰۷۵ھ، خواجہ معین الدین کاشمیری (م ۱۰۸۵ھ) نے ''خصائص مصطفیٰ'' تالیف ۱۰۷۵ھ، شیخ شیر محمد مشہدی غوث پوری ملتانی نے ''انیس العاشقین'' تالیف ۱۰۷۶ھ، سیّد باب اللہ جعفری نے ''اخلاقِ محمدی'' عبیداللہ نے ۱۰۵۷۔۵۸ھ میں ''زبدہ'' کے نام سے شمائل کی شرح، نور الحق (م ۱۰۷۳ھ) فرزند شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے ''شرح شمائل النبی''، محمد صفی اللہ بخارائی نے ۱۰۹۱ھ میں ''اشرف الوسائل فی شرح الشمائل''، نظام الدین محمد بن محمد رستم خجندی ایمن آبادی نے ۱۱۰۸ھ میں شرح شمائل النبی لکھی اور اس کا نام ''باغِ محمدی'' رکھا۔ عبدالہادی بن محمد معصوم نے شمائل کی شرح ''اخلاق المصطفیٰ''، سیّد محمد بن جعفر بدر عالم نے ''تہنیۃ الاسلام''، محمد اکبر ارزانی نے سیوطی کی عربی کتاب ''المنہج السوی والمنھل الروی فی الطب النبوی'' کا فارسی ترجمہ الطب النبوی'' کے عنوان سے کیا ہے۔ فارسی نثر میں اہم ترین کتبِ سیرت میں مجدد الف ثانیؒ کی ''اثبات النبوۃ'' اور شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ (م ۱۰۵۲ھ) کی ''مدارج النبوۃ ودرجات الفتوۃ'' اور ''مطلع الانوار البہیہ فی حلیۃ النبویۃ'' جس کا ایک نام ''حلیہ سید المرسلین'' بھی ہے، شامل ہیں۔

فارسی زبان میں مدحتِ پیغمبر اور نعتِ رسول کا ایک بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ اس زبان کے بہت سے شعرائے کرام نے میلاد نگاری کی سعادت حاصل کی ہے۔ فارسی میں نعتیہ مثنویاں بھی لائق اعتنا ہیں اور

بعض دیگر موضوعاتِ سیرت پر بھی بہت سی منظوم کتابیں ملتی ہیں۔ جنگ نہاوند میں عربوں کی فتح نے ایرانی شعرا پر گہرا ثقافتی اور لسانی اثر مرتب کیا، جس کے نتیجے میں فارسی زبان میں حمد ونعت کے مضامین عام ہو گئے۔ فردوسی کے شاہنامے میں تو حمد ونعت کے سلسلے میں صرف چند اشعار تبرکاً ملتے ہیں مگر ابوسعید ابوالخیر (م۴۴۰ھ) اور حکیم سنائی (م۵۴۵ھ) کی مثنویوں میں تعلیماتِ سیرت کا بیان واضح ہے، شیخ شہاب الدین سہروردی (م۵۸۹ھ) نے ''مونس العشاق'' میں ۶۶، اشعار پر مشتمل معراج نامہ لکھا ہے۔ خاقانی شروانی (م۵۹۵ھ) کے نعتیہ قصائد پر اسے حسانِ عجم کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ اسی طرح نظامی گنجوی (م۵۹۹ھ) نے ''معراج نامہ'' فریدالدین عطار (م۶۳۷ھ) نے مثنویات وقصائد، مولانا جلال الدین رومی (م۶۷۲ھ) نے اپنی مثنویوں میں تعلیماتِ سیرت، سعدی شیرازی (م۶۹۰ھ) نے مدحتِ خیرالانام کی ہے اور اوحدالدین مراغی (م۷۳۸ھ) نے میلاد لکھا ہے۔ عبدالرحمٰن جامی (م۷۹۸ھ) کی مثنوی ''تحفۃ الاحرار'' میں معراج نامہ شامل ہے۔ قاآنی (م۱۲۷۰ھ)، سروش اصفہانی (م۱۲۸۵ھ)، بہار خراسانی اور محمد صادق ادیب فرہانی (م۱۳۳۶ھ) کے نعتیہ اور میلادیہ قصائد بھی اہم ہیں۔

برصغیر میں فارسی میلاد نگاری اور منظوماتِ سیرت کے حوالے سے خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ (م۶۲۷ھ)، قطب الدین بختیار کاکیؒ (م۶۳۳ھ)، امیر خسرو (م۷۲۵ھ)، جمال الدین محمد عرفیؒ (م ۹۹۹ھ)، شاہ عبدالعزیز دہلویؒ، (م۱۲۳۹ھ)' مرزا غالب (م۱۲۸۵ھ/ ۱۸۶۹ء) اور علامہ محمد اقبال (م۱۳۵۷ھ/ ۱۹۳۸ء) کے اسمائے گرامی خصوصیت سے لائق ذکر ہیں۔

فارسی زبان کے ایک غیر معروف شاعر عبدی نے ۸۱۹ھ میں فارسی کی منظوم سیرت لکھی ہے۔ احمد منزوی اور محمد حسین تسبیحی نے ''فہرست مشترک نسخہ ہائے خطی فارسی پاکستان'' کے متعلقہ جلدوں میں منظوم سیرت نگاروں کے بارے میں اطلاعات دی ہیں۔ خان بابا مشار کی ''فہرست نسخہ ہائے چاپی در فارسی'' کی مجلدات میں بھی ایسی ہی منظوم کتب سیرت کا تذکرہ موجود ہے۔ قصیدہ بردہ شریف اور قصیدہ بانت سعاد کے تو فارسی میں اس قدر شروحات اور منظوم تراجم ہوئے ہیں کہ اس سے مدحتِ رسول کے موضوع پر شعرا کی عقیدت وارادت کا اندازہ ہوتا ہے۔ فارسی مثنویوں اور دواوین تک کا آغاز حمد ونعت کے بغیر نہیں ہوتا تھا۔ یوں مدحتِ پیغمبر فارسی ادبیات کا ایک لازمہ اور طرۂ امتیاز دکھائی دیتی ہے۔ برصغیر کے مغلیہ عہد میں منظوماتِ سیرت کا ذخیرہ خصوصیت سے لائقِ اعتنا ہے کہ اس میں موضوعاتِ سیرت کے تنوع کے ساتھ فنی لوازم بھی اپنے کمال پر دکھائی دیتے ہیں۔

فارسی منظوماتِ سیرت کے سلسلے میں یعقوب صرفی (م۱۰۰۳ھ) نے مثنوی کے طرز پر مغازی

لکھے۔ محمد عالمگیر نے تولد نامہ اور دفات نامہ لکھا۔ علاول خاں نے ''حکایت رسول'' عبدالہادی بن معصوم (۱۰۶۸۔۱۱۱۸ھ) نے ''شرح شمائل النبی'' غلام محی الدین قصوری (م ۱۸۵۳ء) نے ''تحفۂ رسولیہ'' محمد فضل نے ''حلیہ نبوی'' حافظ محمد شجاع نے والیٔ بہاولپور کی فرمائش پر مثنوی کے طرز پر سیرت لکھی، گجرات کے پروفیسر ڈاکٹر قریشی احمد حسین قلعہ داری نے ''ہمارے عہد میں ''قصیدہ سید المرسلین'' میرزا شیر احمد خان افغان نے ''معراج محمدی'' ۱۳۴۸ھ میں، شیخ العالم اکبر آبادی کی ''نادر المعراج'' ۱۹۰۴ء میں نول کشور سے شائع ہوئی نیز لچھی نرائن شفیق کا ''معراج نامہ'' کسی غیر مسلم شاعر کا پہلا فارسی منظومہ ہے۔

اردو زبان میں سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے آغاز دارتقا کا مختصراً گزشتہ صفحات میں ذکر کیا گیا ہے۔ اس زبان میں منظوماتِ سیرت کا تذکرہ ایک مستقل تحقیق طلب موضوع ہے۔ راقم کے خاندانی کتب خانے ''بیت الحکمت'' (۱۸۸۰ء) میں جہاں سیرتِ نبوی کی نثر میں پانچ ہزار سے زائد کتب موجود ہیں، وہاں ایک سو کے قریب مختلف موضوعاتِ سیرت پر منظوم کاوشیں بھی موجود ہیں۔ اردو زبان میں نعتیہ شاعری کے جائزے کے حوالے سے بیسیوں کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ نعتیہ مجموعوں کی ایک نامکمل فہرست چودھری محمد یوسف ورک قادری نے ''فہرستِ کتب، نعت لائبریری، شاہدرہ'' کے عنوان سے مرتب کی ہے، جس میں اردو زبان کے حوالے سے نعت کے موضوع پر ۷۷۷ کتابوں کا ذکر کیا گیا ہے، جس میں یقیناً سیکڑوں مجموعہ ہائے نعت کا مزید اضافہ بآسانی ممکن ہے۔ ڈاکٹر ریاض مجید نے، اردو نعت گوئی'' کے عنوان سے جو تحقیقی مقالہ لکھا ہے، وہ اردو زبان کے حوالے سے بہت وقیع تحقیقی اور تنقیدی کاوش ہے۔ ڈاکٹر طاہر اقبال خاں نے ''اردو میں منظوم سیرت نگاری'' پر تحقیقی کام کیا ہے، وہ اس سلسلے میں ''بیت الحکمت'' لاہور میں استفادے کی غرض سے تشریف لائے مگر میں ہنوز اس مقالے کی زیارت یا مطالعے سے محروم ہوں۔

ڈاکٹر نصیر الدین ہاشمی نے ''دکن میں اردو'' میں قدرتی کو اردو کی منظوم سیرت کا پہلا شاعر قرار دیا ہے۔ قدرتی کے اس منظومے کا مخطوط کتب خانہ آصفیہ میں موجود ہے جو ناقص الآخر ہے۔ یہ مخطوط ''قصص الانبیاء'' کے عنوان سے نظم کیا گیا ہے، جس میں ۲۱ انبیائے کرامؑ کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اس میں ۱۳۹۱ عنوانات کے تحت دس ہزار سے زیادہ اشعار ملتے ہیں۔ یہ کسی عربی یا فارسی تصنیف کا منظوم ترجمہ نہیں بلکہ ذاتی تصنیف ہے۔ ۱۰۹۰ھ میں لکھے جانے والے اس مخطوط میں سیرت کا تذکرہ ہجرت حبشہ تک موجود ہے۔ اگر کبھی اس مخطوط کے باقی اجزا مل گئے تو اس کی اوّلیات میں مزید حسن وکمال پیدا ہو جائے گا۔

اردو زبان میں میلاد ناموں کا سراغ دکنی ادب میں ملتا ہے۔ شاہ علی محمد جیو گام دھنی (م ۱۵۶۵ء)

کی ایک نظم ''معراجِ نبوی'' کے عنوان سے ملتی ہے۔شاہ برہان الدین جانم (م۱۵۸۲ء)، غلام مصطفی احمد آبادی، محمد قلی قطب شاہ (م ۱۰۲۰ھ)، عبدالمالک بھروچی، ملک خوشنود، عبدالرسول، سید بلاقی حیدر آبادی، ملا وجہی (م۱۶۵۹ء)، سیّد شاہ حسین ذوقی، عبداللطیف، محمد مختار، نصرتی (م۱۶۷۵ء) شاہ امین الدین اعلیٰ (م۱۶۷۵ء)، عالم گجراتی، پیر مشائخ، شیخ احمد گجراتی، محی الدین فتاحی، جنونی گجراتی، محمد امین گجراتی، امامی دکنی، سید میراں شاہ ہاشمی بیجا پوری (م ۱۱۰۹ھ) صاحباں عثمان، شاکر، علی بخش دریا، معظم قادری، شریف، عبدالرحمٰن ترین، اعظم دکنی، مخدوم حسینی، عنایت شاہ قادری (م۱۱۵۵ھ) میر ولی فیاض ولی ویلوری، کریم الدین سرمست، غریب اللہ، محمد بن مجتبیٰ مہدوی، شاہ ابوالحسن قربی (م۱۷۶۸ء) راحت، افصحی، نوازش علی شیدا (اعجاز احمدی ان کا معروف مجموعۂ کلام ہے)، شاہ کمال الدین (م ۱۲۰۵ھ)، غلام اعزاز الدین نامی (م۱۸۲۴ء)، مولانا محمد باقر آگاہ (۱۷۴۵ـ۱۸۰۵ء) (انہوں نے سیرت پر آٹھ منظوم رسائل ''ہشت بہشت'' کے عنوان سے لکھے ہیں)، جان محمد عاجز، سید امیر الدین حسین، محمد خان اور فضل رسول جنوبی ہند کے معروف میلادنامے لکھنے والے شاعر یا ادیب ہیں جن کے نمونہ ہائے کلام اور مزید تفصیلی حالات ''اردو میں میلاد النبی'' از محمد مظفر عالم جاوید صدیقی کے ہاں دیکھے جا سکتے ہیں۔ڈاکٹر انور محمود خالد نے بھی اپنے پی ایچ ڈی کے مقالے ''اردو نثر میں سیرتِ رسول'' کے ابتدائی ابواب میں اس موضوع پر عمدہ تحقیقی معلومات فراہم کی ہیں۔

شمالی ہند کے میلادنامہ لکھنے والے ادیبوں اور شاعروں کی تعداد بھی ۱۸۵۷ء تک پچاس سے متجاوز ہے، جن میں شاہ رفیع الدین دہلوی، کرامت علی شہیدی، شاہ رؤف احمد رافت، سرسید احمد خان، غلام امام شہید، امیر مینائی اور محسن کاکوروی کے نام بہت نمایاں ہیں۔۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی سے بیسویں صدی عیسوی تک سو کے قریب میلادنگاروں کے نام ملتے ہیں جن میں مفتی عنایت احمد کاکوروی، مولانا کرامت علی جونپوری، خواجہ الطاف حسین حالی، مولانا نقی علی خان بریلوی، محسن الملک سید مہدی علی، مولانا احمد رضا خان بریلوی، حافظ ابراہیم علی خاں خلیل، نواب صدیق حسن خان (ان کا میلادنامہ "الشمامة العنبریه من مولد خیر البریه" ۱۸۸۷ء میں شائع ہوا جو نثر میں ہے اور ۱۲۶ صفحات پر مشتمل ہے)، میر مہدی مجروح، محمد جعفر علی ملیح آبادی اور سید عبدالفتاح اشرف علی کے نام معروف ہیں۔

بیسویں صدی عیسوی کے نصف اوّل میں ساٹھ سے متجاوز مولودنامے لکھے گئے جن میں مولانا حسن رضا خان حسن، خواجہ محمد سلامت اللہ سونی پتی، مولوی ابراہیم بناری، مولانا عبدالحلیم شرر (م۱۹۲۶ء نے ۱۹۱۹ء میں ''سوانح خاتم المرسلین'' کے عنوان سے میلاد کی ایک کتاب لکھی ہے جس کی ضخامت ۵۲۴ صفحات

پر مشتمل ہے۔ یہ ان کی ''جویائے حق'' والی سیرت بطرز ناول کے علاوہ ہے)، حاجی رحیم بخش، سید محمد بشیر الدین احمد، مرزا عزیز لکھنوی، عبدالرزاق ندوی، مولانا محمد اشرف علی تھانوی (م ۱۹۴۳ء، سیرت کے علاوہ مولود سے متعلق ان کی دو کتابیں ''میلاد النبی'' اور ''تلج الصدور فی حقوق ظھور النور'' کے نام سے ہیں)۔ بیدم وارثی، خواجہ محبوب عالم اور علامہ نور بخش توکلی بھی معروف ہیں۔

بیسویں صدی عیسوی کے نصف آخر میں بھی پچاس سے زائد حضرات نے مولود نامے کے طرز کی تحریریں لکھی ہیں۔ ایسے میلاد نگاروں میں مفتی محمد شفیع، حبیب الرحمٰن خان شروانی، آرزو لکھنوی، سیماب اکبر آبادی، شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی، خواجہ حسن نظامی، سید مناظر احسن گیلانی، مولانا ابوالکلام آزاد، سیّد ابوالاعلیٰ مودودی، مفتی انتظام اللہ شہابی، احترام الدین شاغل، بہزاد لکھنوی، خواجہ محمد شفیع دہلوی، حفیظ جالندھری، حافظ محمد رحیم دہلوی، محشر رسول نگری، سیّد احمد سعید کاظمی، مولانا کوثر نیازی اور سیّد محمود احمد رضوی کے اسمائے گرامی زیادہ معروف ہیں۔ میلاد ناموں کا یہ سلسلہ نظم و نثر ہر دو میں ہنوز جاری و ساری ہے۔ اس ضمن میں خواتین میلاد نویسوں کا تذکرہ ایک الگ بیان کا متقاضی ہے۔ برصغیر کی مسلم خواتین نے بھی عقیدت و محبت کے پھول آپ ﷺ کی ذاتِ گرامی پر نچھاور کیے ہیں۔

مولود ناموں کے اس اجمالی تذکرے کے بعد اب منظوماتِ سیرت کے حوالے سے کچھ معلومات پیش کی جاتی ہیں، جن کے محض عنوانات، شعرا اور سنینِ اشاعت سے اس کا اندازہ ہو جائے گا کہ اردو زبان میں سیرتِ نبوی کے حوالے سے کس قدر متنوع کاوشیں منصۂ شہود پر آ چکی ہیں۔ اُردو شعرا نے تقریباً تمام اصناف سخن اور جملہ بحور میں اس محبوبِ جہاں کے جمالِ دل ربا اور معمولات و تعلیمات کو کیسے کیسے پیرائے میں پیش کیا ہے۔ کہیں سوانحی تفصیلات ہیں تو کہیں معجزات کا بیان ہے۔ کسی جگہ شمائل کا ذکر ہے تو کسی جگہ غزوات کو منظوم کیا گیا ہے۔ کائنات کی یہ عجیب دل نواز شخصیت ہے کہ جس کے خصائص و خصائل کا بیان ہر دور میں نو بہ نو اسالیب میں پیش کیا گیا اور مستقبل اس کے حضور متنوع جہات نذرانہ ہائے عقیدت پیش کرتا رہے گا۔ گزشتہ دو سو سالوں میں میلاد اور مدحت کے موضوعات کے علاوہ مستقلاً سیرت و سوانح پر جو منظومات ملتی ہیں، ان کا تذکار جلیل دیکھیے:

☆ محمد باقر آگاہ، ''ہشت بہشت'' (۱۱۸۴ھ۔۱۲۰۶ھ) کے درمیان لکھی گئی۔ آٹھ مختلف حصوں میں اس مثنوی کے ۸۹۲۹ اشعار ہیں۔

☆ نوازش علی شیدا، ''اعجاز احمدی'' (۱۱۸۷ھ)، ۱۷۳۶۰ اشعار پر مشتمل ہے۔

☆ میر ولی فیاض ولی دیلوروی، ''روضۃ الانوار'' (۱۱۵۹ھ)، پچاس سے زائد عنوانات پر مشتمل

ہے۔اشعار کی تعداد ۲۲۴۰ ہے۔

☆ شاہ محبوب عالم جیون، ''دردنامہ'' (۱۷۲۰ء)

☆ محمد عثمان شاد پونوی ''سیرتِ النبی'' (۱۳۶۸ھ) ۶۳، اشعار پر مشتمل ہے۔

☆ سیّد عبدالرزاق کلامی، ''گوہرمخزون'' یہ شاہ ولی اللہ کی فارسی کتابِ سیرت ''سرورالمحزون'' کا منظوم ترجمہ ہے۔شاہ صاحب نے مرزا مظہر جان جاں دہلویؒ کی فرمائش پر ابن سیدالناس کی عربی کتاب ''نورالعیون'' کا فارسی ترجمہ کیا تھا۔کلامی نے واقدی کی ''فتوح الشام'' کا منظوم ترجمہ ''صمصام الاسلام'' کے نام سے پچیس ہزار اشعار میں کیا جو اردو کا ایک عظیم رزمیہ ہے۔کلامی کی ''حسام الاسلام'' (۱۳۳۲ھ) غزوات وقصائد پر مشتمل ہے،اس کی تقریظ علامہ شبلی نے لکھی ہے۔

☆ قاضی غلام علی مہروی، ''مصباح المجالس'' (۱۲۶۰ھ/۱۸۴۴ء)

☆ حکیم شیخ امانت علی، ''تذکرہ رسول اکبرؐ'' (۱۲۹۳ھ/۱۸۷۶ء) ۳۵۲۱، اشعار پر مشتمل ہے۔

☆ شاکر، ''مولودالنبیؐ'' (۱۶۸۸ء) ۲۵۰۰، اشعار پر مشتمل مثنوی ہے۔

☆ کریم الدین سرمست، ''مولودالنبیؐ'' (۱۱۶۹ھ/۱۷۵۵ء) ۵۶۱۰، اشعار پر مشتمل مثنوی ہے۔

☆ شاہ غوثی جامی، ''قصص الانبیاء'' آٹھ ہزار اشعار پر مشتمل مخطوط ہے، جس میں ۲۲۲۳، اشعار سیرت کے حوالے سے ہیں۔

☆ محمد غوث، ''تالیفِ غوث'' انجمن ترقی اردو، کراچی میں مخطوط ہے۔(۱۱۸۹ھ/۱۷۷۵ء)۔

☆ مرزا محمد رفیع باذل (م۱۱۲۳ھ) ''حملۂ حیدری'' (۱۱۱۹ھ) ملا معین کاشفی الہروی کی فارسی تصنیف ''معارج النبوۃ'' کا فارسی میں منظوم ترجمہ ۲۵۰۰۰، اشعار میں ہوا۔اس منظوم سیرت ''حملۂ حیدری'' کے منظوم تراجم بھی ہوئے اور نثر میں بھی ایک ترجمہ ہوا جو سیّد محسن علی اسیر بہاری بن سیّد میر علی نے ''غزواتِ حیدری'' کے نام سے کیا ہے اور مطبع نولکشور، لکھنؤ سے ۱۹۱۴ء میں شائع ہوا۔اس کا منظوم اُردو ترجمہ سیّد واجد علی شاہ بادشاہ اختر نے ۱۸۴۸ء میں ''بیتِ حیدری'' کے عنوان سے کیا جس کے ۳۲۱۲، اشعار ہیں اور جو مطبع سلطانی کلکتہ سے ۱۸۷۵ء میں شائع ہوا۔محمد جعفر خان جعفر نے اس کا ایک منظوم ترجمہ ''نظمِ جعفری'' کے نام سے کیا جو کاظمی پریس، جونپور سے شائع ہوا ہے۔اس کا ایک منظوم اُردو ترجمہ نیشنل بنک آف پاکستان، کراچی کے کتب خانے میں موجود ہے جو دو حصوں پر منقسم ہے۔پہلا حصہ ۲۱۵ صفحات پر مشتمل ہے جسے میر ذوالفقار علی خاں صفا نے کیا ہے اور اس میں اشعار کی تعداد ۱۰۱۹۷ ہے۔یہ حصہ سلطان المطابع، لکھنؤ سے ۱۳۰۵ھ میں شائع ہوا۔دوسرا حصہ ان کے شاگرد مرزا محمد بن تجلّی شاہ نے منظوم

کیا ہے اور یہ ۲۱۶۔۵۳۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ ''حملہ حیدری'' کے ان چار تراجم کا ذکر ملتا ہے جس میں سے تین منظوم اور ایک منثور ہے۔

☆ غلام محمود حسرت، ''ریاض السیر'' (۱۲۴۷ھ/۱۸۳۱ء) فارسی سے منظوم اردو ترجمہ ہے، جس کے اشعار کی تعداد ۸۴۹۵ ہے۔

☆ حکیم غلام دستگیر، ''یادگارِ دستگیری'' (۱۸۹۵ء) ۲۱۳۵، اشعار پر مشتمل سیرت ہے۔

☆ سیّد محمد حیات، ''احوال النبی'' (۱۲۵۰ھ/۱۸۳۴ء) ۲۷۵، ابیات ہیں۔

☆ نواب عظمت علی خان، ''مولود النبی'' (۱۲۷۰ھ/۱۸۵۳ء)

☆ امام بخش ناسخ، ''مولود شریف'' (۱۲۳۸ھ)

☆ مولوی شاہ عبدالحی قادری احقر، ''جنان السیر فی احوال سید البشر'' (۱۲۶۵ھ سے ۱۲۷۵ھ) کے درمیان مرتب ہوئی۔ اس کے دس چمن (حصے) ہیں اور اشعار کی کل تعداد ۲۰۴۹۴ ہے۔

☆ سیماب اکبر آبادی، ''ریاض الاطہر فی احوال سید البشر'' حصہ اوّل ۱۹۲۲ء میں، حصہ دوم سیّد حسین مرتضیٰ شفق رضوی عماد پوری نے ۱۹۱۷ء میں لکھا۔

☆ سیّد عنایت علی مسرور انہونوی، ''کارنامۂ اسلام'' (۱۹۳۴ء) مسدس کے ۱۴۱۰ بندوں پر مشتمل ہے

☆ علامہ عزت علی خان عزت، ''عرب کا باشی'' ''۱۳۵۰، اشعار پر مشتمل ہے۔

☆ راؤ حاجی عبدالحمید خان منظر، ''آفتابِ رسالت'' (۱۹۴۲ء) ۴۶۲، اشعار پر مشتمل ہے۔

☆ نفیس خلیلی، ''قدسی'' (۱۹۴۲ء) ۳۸۷، اشعار پر مشتمل ہے۔

☆ بہزاد لکھنوی، ''بیانِ حضور'' ۱۱۱۴، اشعار پر مشتمل ہے۔

☆ تبسّم قریشی، ''خورشید رسالت'' اور ''محبوب الٰہی'' کے نام سے دو مجموعے لکھے ہیں۔

☆ علی حیدر نظم طباطبائی، ''ہفت قصائد'' (۱۲۵۲ھ)

☆ ملک منظور حسین منظور، ''جنگ نامۂ اسلام'' (سہ حصص) ۱۹۳۵ء

☆ فضل محمد فضل جالندھری، ''معجزاتِ رسول'' (اپریل ۱۹۴۲ء) کل اشعار ۱۱۳۳

☆ لطافت علی ہما صدیقی، ''فتوحاتِ اسلام'' (۱۳۹۵ھ) کل اشعار ۱۳۰۰

☆ آغا درّانی، ''معجزات منظوم'' (۱۹۴۷ء) طبع ثانی ۱۹۹۵ء

☆ مسعود اختر، ''پیغمبر اسلام'' کل اشعار ۳۱۳

☆ امرناتھ سیڈا شوق، ''مدنی موہن'' (۱۹۴۷ء)

☆ غلام محمد محزوی، ''وحدانیہ'' کل اشعار ۲۷۰۰

☆ شکیل رضا ساقی، ''خیر الورید'' (۱۴۲۰ھ) مسدس ہیئت میں ۱۸۱ بند

☆ راجا عبداللہ خان نیاز، ''یہ ہیں کارنامے رسولِ خدا کے'' (۱۹۶۷ء)

☆ سیّد منیر علی جعفری، ''تاریخ اسلام منظوم'' (۱۹۶۶ء)، یہ منظومہ سیرت نبوی پر ہے۔

☆ ہمدم علیگ، ''ذکرِ حبیب'' (۱۹۶۶ء) ''رحمتِ عالم'' کا منظوم ترجمہ

☆ محشر رسول نگری، ''فخرِ کونین'' پہلا حصہ ۱۹۶۱ء، دوسرا ۱۹۶۴ء اور تیسرا ۱۹۷۰ء میں شائع ہوا۔

☆ سیّد ضمیر علی دل طالب نگری، ''حیاتِ طیبہ وسیرتِ مطہرہ'' (جون ۱۹۷۰ء)

☆ عمیق حنفی، ''صلصلۃ الجرس'' (۱۹۷۲ء)

☆ سیّد زائر حسین زائر زیدی، ''اوّل بھی آپ، آخر بھی آپ'' (۱۹۶۶ء اور ۱۹۹۵ء)

☆ صادق علی صادق دریابادی، بستوی، ''داعیٔ اسلام'' (کلام شعرائے اردو) '' بے نقط کلام پر مشتمل اردو کی پہلی منظوم سیرت (۱۴۱۱ھ)

☆ شمیم یزدانی، 'بقعۂ انوار'' (۱۹۷۷ء)

☆ ابوالاثر حفیظ جالندھری، شاہنامۂ اسلام'' (چار جلد) ۱۳۴۶ھ سے ۱۳۶۵ھ کے دوران میں لکھا گیا۔ مگر افسوس غزوۂ خندق تک کے واقعات پر مشتمل ہے۔ شیخ سر عبدالقادر اور ڈاکٹر محمد دین تاثیر نے اس پر مقدمہ وتعارف لکھا ہے۔

☆ محمد علی مجددی نقشبندی، ''شاہنامۂ اسلام'' حصہ پنجم بہ طرز حفیظ جالندھری

☆ عامر عثمانی، ''شاہنامۂ اسلام جدید'' (۱۹۷۳ء)

☆ غیرت قادری، ''شہنشاہ نامہ'' (۱۳۶۱ھ)

☆ محمد ابراہیم ہندی فتح پوری، ''شاہ نامہ ہندی''

☆ سید امیر الدین حسین، ''ممتاز التفاسیر'' یہ سیرت کا منظومہ ہے۔

☆ چندر بھان خیال، ''لولاک'' فرید بک ڈپو، دہلی

☆ سید شمس الحق بخاری، ''مثنوی جمالِ محمدؐ'' (۱۹۸۲ء)

☆ نواب علی قاضی، ''رسول کریم'' (۱۹۸۴ء)

☆ شرف الدین ساحل، ''حرا کی روشنی'' (۱۹۹۰ء)

☆ لطیف مالیگانوی، ''حیاتِ مقدسہ'' کل اشعار ۱۴۵۰

☆ لالہ صحرائی، ''غزوات رحمۃ للعالمین'' (۱۹۹۷ء)
☆ قیصر الجعفری، ''چراغِ حرا'' (۱۹۹۷ء)
☆ چرن سرن ناز مانک پوری، ''رہبرِ اعظم'' (۱۹۸۶ء) کل اشعار ۶۳۰
☆ صفوت علی صفوت، ''مثنوی رسول'' (۲۰۰۱ء)
☆ امین صدیقی، ''تنزیل'' (۲۰۰۱ء)
☆ راجہ رشید محمود، 'قطعاتِ سیرت، سیرتِ منظوم'' (۱۹۹۲ء)
☆ نصیر پرواز، ''رسولِ اکرم'' (۲۰۰۳ء)
☆ عنبر بہرائچی، "لَعَرَیات نظیرك فی نظر" (۱۹۹۶ء)
☆ خواجہ الطاف حسین حالی، ''مسدس مدّ وجزر اسلام'' (۱۸۷۹ء) اپنے مزاج، روح اور مقصد کے لحاظ سے یہ تعلیماتِ سیرت اور تاریخ اُمت کے عروج وزوال کا قصیدہ ومرثیہ ہے۔
☆ علیم ناصری، ''بدر نامہ'' (۲۰۰۲ء)
☆ جاوید القادری، ''سیرت طیبہ'' ۲ جلد، (۲۰۰۳ء)
☆ حافظ کرناٹکی، ''ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم'' (۲۰۰۷ء)
☆ انصار الحق قریشی گہر اعظمی، ''سرورِ کائنات'' (۲۰۰۵ء)
☆ مخدوم عاشق قریشی، ''سرورِ کونین کے ظاہری ۶۳ سال'' (۲۰۰۲ء)

اردو زبان میں اِن منظوم کتبِ سیرت کا ایک اجمالی تعارف پیش کیا گیا ہے، وگرنہ تلاش وجستجو سے اس فہرست میں خاطر خواہ اضافہ ممکن ہے۔ سیرت نگاری کی ایک شکل حرمین شریفین کے وہ سفرنامے بھی ہیں جو سیکڑوں کی تعداد میں زائرینِ حرم اور مشتاقانِ شہرِ نبی نے اپنی محبتوں اور عقیدتوں میں ڈوب کر لکھے ہیں۔ ان سفرناموں میں وقائع سیرت اور اماکنِ سیرت کا بہت بڑا لوازمہ مشاہدات کی صورت میں موجود ہے۔ برصغیر میں حرمین کا پہلا سفرنامہ حاجی رفیع الدین فاروقی مرادآبادی نے فارسی زبان میں لکھا ہے جو شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے مریدِ خاص تھے۔ اس سفرنامے کا ترجمہ نسیم احمد فریدی امروہوی نے کیا ہے جو مولانا محمد منظور نعمانی کے جریدے ''الفرقان'' لکھنؤ کی ایک کامل اشاعت میں شائع ہوا ہے۔ حرمین کے ان سفرناموں کا ایک لائقِ توجہ پہلو یہ بھی ہے کہ بعض حضرات نے اردو زبان میں منظوم سفرنامے بھی لکھے ہیں۔ میرے حبیبِ گرامی ضیاء اللہ کھوکھر صاحب کے گوجرانوالہ میں واقع عظیم ذاتی کتب خانے میں اغلباً برصغیر میں سفرناموں کا سب سے بڑا ذاتی ذخیرہ موجود ہے۔ انہوں نے ان سفرناموں کی ایک فہرست

''نوادرات'' کے نام سے مرتب کی ہے،جس میں حرمین کے ۲۵۰ سفرناموں کا تذکرہ کیا ہے، جن میں سے نومنظوم سفرنامے اردو میں ہیں، جن کی تفصیل منظوماتِ سیرت کے حوالے سے ان شاءاللہ مفید ہوگی:

☆ محمد حفیظ الرحمٰن وفاد بارٰی، ''راہِ وفا'' علی گڑھ، ۱۹۳۸ء، ص:۳۳۴

☆ حمید صدیقی، ''گلبانگِ حرم'' لکھنؤ، ۱۹۵۱ء، ص:۲۹۴

☆ میر ناصر نواب، ''سفر نامۂ ناصر'' مطبع انوارِ احمدیہ، قادیاں، ۱۹۱۰ء، ص:۳۸

☆ اسد ملتانی، ''تحفۂ حرم'' ملتان، ۱۹۵۴ء ص:۵۰

☆ حافظ لدھیانوی/مصطفیٰ صادق، ''صدر جنرل محمد ضیاءالحق حرمین شریفین میں'' فیصل آباد، ۱۹۸۴ء، ص:۳۲

☆ شوکت واسطی، ''یاد آتی ہے راہی کو'' ۱۹۸۵ء، ص:۱۲۴

☆ حافظ لدھیانوی، ''معراجِ سفر'' فیصل آباد، ۱۹۹۰ء، ص:۱۶۸

☆ سیّد عبدالقدوس، ''سایۂ زلفِ مہربان'' لاہور، ۱۹۸۹ء، ص:۲۱۹

☆ ع'س'مسلم، ''کاروانِ حرم'' لاہور، ۱۹۹۱ء، ص:۳۰۳

اس سلسلے کی ایک حالیہ کڑی بلـغ العلیٰ بکماله ہے جو جلد زیورِ طباعت سے آراستہ ہو رہی ہے۔ اس عہدِ خوش خیال میں جمالِ فطرت کی آغوش میں لپٹی ہوئی ایک وادی جسے بہاولپور کہتے ہیں اور جو اپنے جغرافیائی ماحول کے اعتبار سے حجاز کے صحرائی ماحول اور ریتیلے ٹیلوں سے بہت مماثلت رکھتی ہے، اس وادیٔ تہذیب وثقافت میں ایک خورشید صفت شخص ہے کہ جو اس جمالِ فطرت کے مخزن ومعدن کا ناظر ہے۔ اس نظارۂ جمال نے اس کے دل ودماغ میں مشاہدات کا جو جہانِ قدسی آباد کیا ہے اس کا عکس ''بلغ العلیٰ بکمالہ'' کی منظوم سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں یوں سمٹ آیا ہے جیسے سوادِ چشم میں پورا فلک سما جاتا ہے۔ جس ذاتِ قدسی صفات کا وہ متوالا ہے اس کی تعریف تو خود خالقِ کائنات، اس کے فرشتے اور جہانِ رنگ وبو کی تمام سعید روحیں کر رہی ہیں۔ مگر شعرائے کرام بھی گزشتہ چودہ صدیوں سے قصائد کے گل دستے، نعتوں کی ڈالیاں، مثنویوں کی ملہار اور رزمیہ اور بیانیہ شاعری کی لڑیاں اس کے حضور پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ عقیدت وارادت اور محبت والفت کوئی مسابقت کی چیز نہیں لیکن فنی پختگی اور لسانی شعور کا ظرف اپنے موضوعاتی مظروف کو حسین تر بنا دیتا ہے۔ یہی باعث ہے کہ موضوعِ سخن تو ''بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر'' والا ہے لیکن میرے ممدوح فداک امی وابی صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور جو شخص اب نذرانۂ عقیدت لے کر پیش ہو رہا ہے، وہ شاعرِ بے مثال اور ناظمِ بے بدل، خورشید ناظر ہے۔

محترم خورشید احمد ناظر کے کوائفِ حیات کو جاننے کی کوشش کی تو معلوم ہوا کہ یہ سعید روح فلک بلند بام سے تختۂ فرش پر ۲ جنوری ۱۹۴۴ء کو حاضر ہوئی۔ تعلیم و تعلم اور مختلف محکموں کی ملازمانہ غلام گردشوں سے گزرتے ہوئے، اب اس کی سکونت اور سکینت کے سامان بہاولپور شہر تک محدود ہو گئے ہیں۔ مطالعہ اس کا شوق اور قلم اس کا ذوق ہے۔ اسی ذوق و شوق کے مختلف مراحل سے گزرتے ہوئے اس کی توانائیوں اور صلاحیتوں کا قافلۂ سخت جان اب ایک ایسے نقطے پر آ کر رک گیا ہے، جہاں فراق کی برہا میں جلنے والی ارواح کو ایک سکون سا میسّر آ جاتا ہے۔ منظوم سیرتِ نبوی کی اس سعادتِ عظمٰی سے پہلے اس نے اپنے ممدوح کی مکی اور مدنی وادیوں کی خوب خوب سیر کی اور وہاں سے واپسی پر اپنے قلبی تاثرات کو ''ہر قدم روشنی'' جیسے ایک کامیاب سفرنامے کا روپ دیا۔ آدمی بہاولپور میں رہے اور اس کی نس نس میں خواجہ غلام فریدؒ کی کافیوں کی حدت و حرارت نہ دوڑے، یہ کیسے ممکن ہے۔ سو خورشید ناظر نے بھی خواجہ صاحب کی روحانیت کو ایک آفاقی رنگ دینے کی کوشش کی اور یہ کاوش ''کلام فرید اور مغرب کے تنقیدی رویے'' کی صورت میں نقادانِ ادب سے اپنا خراج وصول کر رہی ہے۔ انہوں نے درسی اور نصابی کتابیں بھی تحریر کی ہیں اور اخبارات میں کالم بھی لکھے ہیں۔ اس نے اپنی شاعری میں جمالیاتی آہنگ بھی پیش کیا ہے اور خالص فنی موضوعات پر تحریریں بھی لکھی ہیں مگر اس کے فکری گلستان کا گل سرسبد اب اس منظوم سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں سامنے آ رہا ہے جس کے لئے اس فقیر کا مجوزہ نام ''بلغ العلیٰ بکمالہ'' انہوں نے کمال محبت سے منظور اور قبول کر لیا ہے۔

خورشید ناظر نے اس منظومۂ سیرت کے لئے عروضی سطح پر بحر ہزج (مَفَاعِی لُن) کا انتخاب کیا ہے جس نے اشعار کی روانی، شگفتگی، برجستگی اور نغمگی میں گراں قدر اضافہ کیا ہے۔ ساڑھے سات ہزار اشعار کے اس بیانیہ میں از اوّل تا آخر ایک عجیب کیف و مستی کا سماں چھایا ہوا ہے۔ مضامین ابرِ رحمت بن کر اس پر برسے ہیں اور صنائع بدائع نے اپنے سارے جواہر اس پر نچھاور کئے ہیں۔

خورشید ناظر کے دل میں ایک اچھا مسلمان اور اس کے سینے میں ایک اچھا شاعر چھپا ہوا ہے۔ ان دونوں نے مل کر اس کی مدحیہ شاعری میں ایک الہام نما کیفیت پیدا کر دی ہے۔ سیرت کے موضوع پر سیکڑوں منظوم مجموعے شائع ہو چکے ہیں، لاکھوں نعتیہ اشعار نذر کئے جا چکے ہیں مگر ہنوز معاملہ اوّل قدم کا سا ہے۔ مجھے اس مجموعۂ اشعار کو از اوّل تا آخر پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے، سیرت کے ایک ادنیٰ طالب علم اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ادنیٰ محبّ کی حیثیت سے مجھے اس منظومۂ سیرت میں جو اختصاصی کمال اور امتیازی جمال نظر آیا ہے، اسے مختصراً عرض کرتا ہوں:

خورشید ناظر نے وقائع سیرت کے حصول وانتخاب میں صحت واستناد کا بہت خیال رکھا ہے اور اس ضمن میں تاریخ کو کتاب وسنت کے استشہاد پر حاوی نہیں ہونے دیا۔ مشاہداتِ حرم نے ان کے ہاں مطالعۂ سیرت کا ایک ایسا ذوق اور منہج پیدا کر دیا ہے کہ جس کے باعث ان کے کلام میں جذبہ وتاثیر کی شدّت دکھائی دیتی ہے۔فنی لحاظ سے وہ شعر کا پختہ شعور رکھتے ہیں۔عروض وبحور پر انہیں کامل دسترس ہے۔ بندشِ الفاظ اور تراکیب کی ساخت پر انہیں گرفت حاصل ہے۔ وہ عیب پیدا کرنے والے مبالغے اور سخن میں خامی پیدا کرنے والی سادگی ہر دو سے پرہیز کرتے ہیں۔شعر گوئی میں ان کا قلم محبت وعقیدت میں ڈوبا دکھائی دیتا ہے۔ یہ اُردو زبان کی اوّلیں منظوم سیرت ہے جس کے تمام ابواب وفصول کے عنوان بھی منظوم ہیں۔ان سب عوامل اور عناصر نے مل کر "بلغ العلیٰ بکمالہ" کو ایک معجزۂ سخن میں بدل دیا ہے۔قلبِ منیب رکھنے والے مسلمانوں اور مشتاقانِ خاتم المرسلین کو یہ منظومۂ سیرت مبارک ہو۔اللہ تعالیٰ اس کاوشِ جمیل کو شاعر کی حسنات میں شمار فرمائے۔آمین۔

حوالہ جات

۱۔ سنن ابی داؤد، کتاب الادب
۲۔ جامع الترمذی، باب ماجاء ان من الشعر حکمۃ
۳۔ مشکوٰۃ المصابیح۔کتاب الاداب، باب البیان والشعر
۴۔ الشعراء۲۶:۲۲۴۔۲۲۷
۵۔ الحاقۃ۶۹:۴۰۔۴۱
۶۔ یٰسٓ ۳۶:۶۹
۷۔ الاحزاب۳۳:۵۶
۸۔ آل عمران۳:۳۱
۹۔ الاحزاب۳۳:۲۱
۱۰۔ القلم۶۸:۴
۱۱۔ الاحزاب:۴۵۔۴۶
۱۲۔ التوبۃ:۱۲۸
۱۳۔ النساء۴:۶۵
۱۴۔ النساء۴:۵۹

۱۲۔ التوبۃ:۱۲۸

۱۳۔ النساء:۶۵

۱۴۔ النساء:۵۹

۱۵۔ لانبیاء:۱۰۷

۱۶۔ الحشر:۷

۱۷۔ الاحزاب:۶

۱۸۔ الصحیح البخاری۔کتاب الایمان، باب حب الرسول من الایمان۔عن ابوہریرہ

۱۹۔ صحیح مسلم۔کتاب الایمان، باب وجوب محبۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔عن انس بن مالک

۲۰۔ رواہ فی شرح السنۃ

۲۱۔ الہیثمی، مجمع الزوائد

۲۲۔ الحجرات۴۹:۱۔۲

۲۳۔ صحیح بخاری عن عمر بن خطاب

۲۴۔ الملفوظ، حصہ دوم، ص۴

مکی اسوۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

مولانا ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی

صفحات:۳۲۰ قیمت:۲۵۰ روپے

ملنے کا پتہ

زوار اکیڈمی پبلی کیشنز۔ کراچی

فون:۶۶۸۴۷۹۰